8/9

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

مورخہ ۶ جولائی ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

قیمت ۲۵ پیسے

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۱- عَنِ السَّدُوسِيِّ يَعْنِي اِبْنَ الْخَصَاصِيَّةِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَايِعَهُ فَاشْتَرَطَ عَلَيَّ شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ اَنْ اُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَ اَنْ اُؤَدِّيَ الزَّكٰوةَ وَ اَنْ اَحُجَّ حَجَّةَ الْاِسْلَامِ وَ اَنْ اَصُوْمَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَ اَنْ اُجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ- فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا اِثْنَتَانِ فَوَاللّٰهِ مَا اُطِيْقُهُمَا الْجِهَادُ وَالصَّدَقَةُ فَاِنَّهُمْ زَعَمُوْا اَنَّ مَنْ وَلَّى الدُّبُرَ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ فَاَخَافُ اِنْ حَضَرْتُ تِلْكَ جَشِعَتْ نَفْسِيْ وَكَرِهَتِ الْمَوْتَ وَالصَّدَقَةُ فَوَاللّٰهِ مَا لِيْ اِلَّا غُنَيْمَةٌ وَ عَشْرُ ذَوْدٍ هُنَّ رِسْلُ اَهْلِيْ وَحَمُوْلَتُهُمْ قَالَ فَقَبَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ ثُمَّ حَرَّكَ يَدَهٗ ثُمَّ قَالَ فَلَا جِهَادَ وَ لَا صَدَقَةَ فَلِمَ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِذًا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا اُبَايِعُكَ قَالَ فَبَايَعْتُ عَلَيْهِنَّ كُلِّهِنَّ-

ترجمہ:- سدوسی روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوا- آپؐ نے یہ شرط لگائی کہ میں گواہی دوں کہ معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندہ اور رسول ہیں- اور اس بات کی کہ نماز باضابطہ پڑھا کروں گا، زکوٰۃ ادا کیا کروں گا، اسلامی طریقہ پر حج کروں گا، ماہِ رمضان شریف کے روزے رکھا کروں گا، اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کرونگا- میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ان میں سے دو باتوں کی تو مجھ میں ہمت نہیں ایک جہاد، دوسرے صدقہ (جہاد کی تو اس وجہ سے) کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص جہاد میں بھاگ جائے اُس پر خدا کا غضب ٹوٹ پڑتا ہے- میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں جہاد میں شریک ہوں تو میرا نفس کہیں بے صبری نہ کرے اور موت سے ڈر نہ جائے- رہا صدقہ تو اس کا معاملہ یہ ہے کہ بخدا میرے پاس صرف چند بکریاں اور دس اونٹ ہیں ان ہی کے دُودھ پر میرے بچوں کی گذران ہے اور وہی ہم لوگوں کی سواریاں بھی ہیں- راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک پیچھے کھینچ لیا- پھر اپنے ہاتھ کو حرکت دے کر فرمایا- (واہ) جہاد بھی نہیں اور صدقہ بھی نہیں تو پھر جنّت میں کیسے جاؤگے- وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہؐ! اچھا تو پھر میں ان شرائط ہی پر بیعت کئے لیتا ہوں اور ان سب باتوں پر بیعت کر لی-

(مسند احمد)

۲- عَنْ عُقْبَةَ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَمَا بَالُ الرَّجُلِ يَقْتُلُ الرَّجُلَ وَهُوَ يَقُوْلُ اَنَا مُسْلِمٌ فَقَالَ الْقَاتِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا قَالَهَا مُتَعَوِّذًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا وَكَرِهَ مَقَالَتَهٗ وَحَوَّلَ وَجْهَهٗ عَنْهُ فَقَالَ اَبَى اللّٰهُ عَلَيَّ مَنْ قَتَلَ مُسْلِمًا اَبَى اللّٰهُ عَلَيَّ مَنْ قَتَلَ مُسْلِمًا-

(رواہ الحاتم)

ترجمہ:- عقبہ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا- اس شخص کا بھی کیا حال ہے جو ایسے شخص کو بھی مار ڈالتا ہے جو برابر اپنی زبان سے یہ اقرار کر رہا ہے کہ میں مسلمان ہوں (یہ سن کر) قاتل نے عذر کیا — یا رسول اللہؐ! یہ کلمہ تو اس نے صرف پناہ لینے کے لئے کہہ دیا تھا آپ کو اس کی یہ بات ناپسند ہوئی اور آپ نے اپنا چہرۂ مبارک اس کی طرف سے پھیر لیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان کے قاتل کا عُذر قبول کرنے کے لئے مجھ سے انکار فرمادیا ہے (دو بار فرمایا)

(حاکم)

تشریح:- ظاہر ہے کہ جنگ کے ان حالات میں دلائل پر غور کرنے کی کسے فرصت ہو سکتی ہے اس لئے ان حالات میں صرف تقلیدی اسلام ہو سکتا ہے پھر جب اس پر بھی نظر ڈالی جائے کہ جنگ کے بعد ان نو مسلموں کا حال کیا رہا- تو نہ خود ان کی طرف سے دلائل حقانیت معلوم کرنے کا کوئی ذوق و شوق ثابت ہوتا ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کی گردن پر اس کا بار ڈالا جاتا ہے- کیا اس سے صاف نتیجہ نہیں نکلتا کہ ایمان کے لئے دلائل کا حاصل کرنا کوئی ضروری امر نہیں تھا — صرف اطمینانِ قلبی اور آئندہ اطاعت کا عزم کر لینا کافی سمجھا جاتا تھا اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ڈر کر اسلام لے آنا ہی معتبر ہے-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

فون :- ۶۷۵۴۵

شرح چندہ

پاکستان و ہندوستان
سالانہ :- گیارہ روپے
ششماہی :- چھ روپے
سہ ماہی :- تین روپے
فی پرچہ :- ۲۵ پیسے

سعودی عرب، ایران، کویت، ملایا۔ ہانگ کانگ، افریقہ، انگلینڈ۔
-: سالانہ :-
عام ڈاک سے :- ۸۰/ ۱۸ روپے
ہوائی ڈاک سے :- ۵۴ روپے

جلد ۸ | صفر المظفر ۱۳۸۲ھ مطابق ۶ر جولائی ۱۹۶۲ء | شمارہ ۹

امریکہ :- عام ڈاک سے ۲۴ روپے - ہوائی ڈاک سے ۸۰/ ۳۴ روپے
بیرونی ممالک کیلئے چھ ماہ سے کم میعاد کے لئے پرچہ جاری نہیں کیا جائیگا

حالاتِ حاضرہ

۸ر جون ۱۹۶۲ء سے قومی پارلیمنٹ اور ۹ر جون ۱۹۶۲ء سے صوبائی اسمبلی کے اجلاس شروع ہوئے۔ مرکزی اسمبلی میں اس وقت سے پارٹیوں اور افراد میں کش مکش جاری تھی جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ بنگالی ممبران پارلیمان کی دو بڑی پارٹیاں بن گئیں۔ مغربی پاکستان کے ممبران پارلیمان بھی کسی ایک فرد پر متحد نہ ہو سکے۔ اور یہاں بھی دو تین پارٹیاں بن گئیں۔ اب قومی پارلیمنٹ میں پانچ پارٹیاں ہیں۔ خدا کرے ان میں گذشتہ دور کی طرح کرسیوں کی جنگ نہ ہو۔

اس وقت دو باتیں تمام ایوان میں مشترک نظر آتی ہیں۔ سابق سیاست خارجہ میں ترمیم اور اسلام کی حمایت۔

سیاست خارجہ میں وزیر خارجہ کا آئندہ رویہ ہی حکومت کی پالیسی کی وضاحت کر سکے گا۔ تاہم اگر قومی اسمبلی کے مشورے سے کوئی پالیسی مرتب کی گئی تو خیر و برکت کا باعث ہو گی۔

اسلام کے بارے میں سب متفق الرائے ہیں۔ ہر پارٹی نے اپنے منشور میں کتاب و سنت اور اسلام کی حمایت کا یقین دلایا ہے۔ دیکھنا اب یہ ہے کہ ان کے دعاوی کے ساتھ ان کا عمل بھی مطابقت کرتا ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں عائلی قوانین کا بل جو قومی اسمبلی میں پیش ہے۔ نمائندگان قوم کے عزائم کی نشاندہی کر دے گا۔ اور پتہ چل جائے گا کہ وہ اپنے دعاوی میں کہاں تک سچے ہیں۔

صوبائی اسمبلی کا نوجوان عنصر خانہ جنگی سے تنگ اور بے لوث خدمت کے جذبہ سے سرشار ہے۔ شراب کے بارے میں اسمبلی نے فیصلہ کیا ہے کہ ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو شراب نوشی ختم کرنے کے طریق کار پر غور کرے۔

اسمبلی میں ایک اور تجویز بھی زیر غور ہے کہ زنا کی سزا شرعی قانون کے مطابق ہو۔ یہ تجویز بھی اسلام کے نام لیواؤں کے لئے امتحان کی کسوٹی ہے۔ خدا کرے کہ وہ اس پر پورے اتر سکیں۔

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے عام ممبرانِ اسمبلی اور نامزد وزراء کے خیالات اچھے اور مغربی پاکستان کے روشن مستقبل کے آئینہ دار ہیں — محترم گورنر صاحب کا طرزِ عمل اور اسمبلی سے تعاون کا جذبہ بھی قابلِ تحسین ہے۔

خدا کرے ارباب الرائے میں اتحادِ عمل اور مشاورت کا جذبہ روز افزوں ترقی کرتا جائے۔ آمین!

اِک دیا اور بجھا

یہ چند حروف بڑے غم و اندوہ سے تحریر کئے جاتے ہیں کہ ضلع گوجرانوالہ کے مشہور عالم دین، عاشق توحید و سنت فخر الموحدین حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع قلعہ دیدار سنگھ — راولپنڈی میں ۲۶ر جون ۱۹۶۲ء کو منگل کے دن ۹½ بجے صبح حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

"اک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی"

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کی آمد کے سلسلہ میں منعقدہ اجلاس میں شرکت کے لئے سوموار کے دن عازم راولپنڈی ہوئے تھے

حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جامع تقریر فرمائی۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب باطن بزرگ تھے۔ جاتے جاتے خداوند قدوس نے آپ سے ایک نہایت اہم خدمت لے لی۔ اور آپ کی تحریک پر حضرت قاری صاحب مدظلہ کی موجودگی میں مسئلہ حیات النبیؐ پر ایک فیصلہ کن دستاویز[1] لکھی گئی۔ جس پر حضرت قاری صاحب مدظلہ، مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ مولانا قاضی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے دستخط ثبت ہیں — اس طرح حضرت قاری صاحب مدظلہٗ کی برکت اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مساعیٔ جمیلہ سے ایک دیرینہ نزاع کا خاتمہ ہو گیا۔ ظاہر ہے آخری وقت میں یہ بیش بہا خدمت حسنِ خاتمہ اور بلندیٔ درجات کی آئینہ دار ہے۔

پھر آپ کی موت بھی عجب انداز میں واقع ہوئی۔ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ سے شہدائے کربلا کے سلسلے میں آپ نے کوئی سوال کیا۔

قاری صاحب مدظلہ جواب دے رہے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے قاضی صاحب مرحوم نے آنکھیں موند لیں۔ ۴

۴۔ ساتھیوں نے سمجھا کہ حسب عادت استغراق کی حالت میں ہیں۔ قاضی شمس الدین صاحب (برادر مرحوم) نے تصدیق کرنا چاہی اور آپ کا سر اپنی آغوش میں رکھ لیا۔ تو پتہ چلا کہ آپ واصل بحق ہو چکے ہیں۔

کیا ہی اچھی موت اور کس قدر عمدہ خاتمہ ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

آپ نے وصیت کر رکھی تھی کہ نماز جنازہ قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ پڑھائیں۔ لیکن افسوس حضرت رحمۃ اللہ علیہ آپ سے پہلے اپنے رفیق اعلیٰ سے ملاقی ہو چکے تھے۔ اس لئے قاضی صاحبؒ

باقی صفحہ ۱۸ پر

[1] آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں۔

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۲۴ر محرم الحرام ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۸ر جون ۱۹۶۲ء

جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی نے مجلسِ ذکر کے بعد حسبِ ذیل تقریر ارشاد فرمائی:۔

(نظر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ـــ اَمَّا بَعْدُ

اللہ تعالیٰ کیلئے محبت ہی حقیقت میں اس کی تعظیم ہے

گزشتہ مجلسِ ذکر میں حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت سے ایک حدیث بیان کی گئی تھی۔ ایمان باللہ کا صحیح مقام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی کے لئے کسی سے محبت کی جائے۔ اور اسی کے لئے اس تعلق کو توڑا جائے۔ اس مرتبہ مجھے یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالےٰ کے لئے محبت ہی حقیقت میں اس کی تعظیم ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا اِلَّا اَکْرَمَ رَبَّہٗ عَزَّ وَجَلَّ (رواہ احمد)

ترجمہ:۔ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندہ نے بھی اللہ تعالےٰ کے لئے کسی بندہ سے محبت کی اس نے اپنے رب عزّوجل ہی کی عظمت کی۔

یعنی کسی شخص کا دوسرے آدمی سے اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے محبت کرنا ہی اس کی حقیقی تعظیم ہے۔

ایک اور حدیث قدسی میں یہ مضمون اس طرح بیان ہوا ہے۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَ لِلْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَلِلْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَ لِلْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ

ترجمہ:۔ معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ میری محبت ان دو انسانوں کے لئے واجب ہو چکی جو محض میری وجہ سے باہمی محبت رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں۔ ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

اب اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کے لئے باہم میل جول رکھنے والے، ایک دوسرے کی زیارت کرنے والے اور ایک دوسرے پر خرچ کرنے والے ذات باری عزاسمہٗ کے مقبول و محبوب بندے ہیں۔

محترم حضرات! مجلس ذکر میں آپ کی شمولیت بھی محض اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہی ہوتی ہے۔ ہم تمام مل بیٹھ کر ذکرِ الٰہی کرتے ہیں اور اسے راضی کرنے کا پروگرام طے کرتے ہیں۔ اسی لئے حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجلس ذکر میں شامل ہونے والوں کو ایک ایک قدم پر نیکیاں ملتی ہیں اور جو جتنی دور سے چل کر آتا ہے اور جس قدر کرایہ خرچ کرکے آتا ہے۔ اُسے اُسی قدر زیادہ اجر ملتا ہے۔ اور خدا کے ہاں اُس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

گزشتہ ہفتہ مجھے دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی کے پُر زور اصرار پر اکوڑہ خٹک کا سفر درپیش آیا۔ بحمداللہ دارالعلوم کو دیکھ کر طبیعت کو انتہائی سرور حاصل ہوا۔ دل نے بیساختہ گواہی دی کہ اگر اس دارالعلوم کو پاکستان کا دارالعلوم دیوبند کہا جائے تو کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہو گی بلکہ اظہارِ حقیقت ہو گا۔ پھر ایک دُور دراز قصبہ میں بیس پچیس ہزار شمعِ اسلام کے پروانوں کا اجتماع دارالعلوم حقانیہ کی حقانیت پسندی اور شیخ الحدیث مدظلہٗ کے اخلاصِ عمل کی شہادت دے رہا تھا۔ یہ اس قدر بڑا اجتماع محض اللہ کی رضا کے لئے اور بزرگانِ دین کے ارشادات سے مستفیض ہونے کے لئے جمع ہوا تھا۔ یقیناً ان کا یہ عمل بھی اللہ کی بارگاہ میں مقبول و محمود ہے۔

ہمارے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے ہزارہا متوسلین بھی محض اسباق لینے کے لئے اور ذکر الٰہی کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کے لئے دُور دُور سے سفر کرکے تشریف لائے ہوئے تھے۔ جہاں جہاں کسی کو خبر ملی لوگ فقط اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے، اللہ کا نام پوچھنے اور دین خداوندی کے فیوضات سے جھولیاں بھرنے کے لئے دشوار راستوں اور طویل مسافتوں کو طے کرکے تشریف لائے ہوئے تھے۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین کے علاوہ ہزارہا افراد حکیم الاسلام فخر الاماثل حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالیٰ حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی اور دیگر بزرگانِ دین کے ارشادات سننے اور ان کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے۔ ان تمام کا آنا بھی محض دین کے لئے تھا اور انہیں فقط اللہ کی رضا مقصود تھی۔ چنانچہ وہ بھی مذکورہ حدیث قدسی میں بیان کردہ بشارت کے مصداق ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی رضا کے لئے آپس میں مل بیٹھنے، نیکوں کی زیارت کرنے اور ان کی صحبت سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

؎
محبت کے لئے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

خطبہ یوم الجمعہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۶۲ء

از جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی - اَمَّا بَعۡدُ

اسلام اور اخوت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۝ وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ۚ وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا ۚ وَکُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡهَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمۡ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّکُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۝

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ جیسا اُس سے ڈرنا چاہئے۔ اور نہ مرو مگر ایسے حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو۔ اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔ جبکہ تم آپس میں دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پھر تمہیں اس سے نجات دی۔ اسی طرح تم پر اللہ اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

خدا کی امانت

برادرانِ اسلام! اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیدالرسل خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ایک امانت عطا فرمائی ہے جس کا نام اسلام، جس کے احکام کا مجموعہ قرآن اور جس پر عمل کر کے دکھلانے کے لئے جو عامل آیا۔ اُس کا نام نامی اور اسم گرامی محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس کے نقشِ قدم پر چلنے کا ارشاد فرمایا ہے۔

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ ؕ

ترجمہ:- تمہارے لئے (اے مسلمانو) رسول اللہؐ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہے۔

خوفِ خدا

خوفِ خدا ہی ایک ایسی لاٹھی ہے جو انسانوں کے ریوڑ کو منتشر اور راہِ ہدایت سے اِدھر اُدھر ہونے سے روک سکتی ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان کے دل میں پورا ڈر خدا کا ہونا چاہئے کہ اپنے مقدور بھر پرہیزگاری و تقویٰ کی راہ سے نہ ہٹے اور ہمیشہ اس سے استقامت کا طالب رہے۔

اے گروہِ اسلامیان! شیاطین چاہتے ہیں کہ تمہارا قدم اسلام کے راستہ سے ڈگمگا دیں۔ لیکن تم کو چاہئے کہ انہیں مایوس کر دو اور مرتے دم تک کوئی حرکت مسلمانی کے خلاف نہ کرو۔ تمہارا جینا اور مرنا اسلام پر ہونا چاہئے۔ اسی اسلام پر جس کی تبلیغ خدا کے آخری پیغمبرؐ نے ۲۳ سال تک مسلسل کبھی مکہ کے بازاروں میں، کبھی طائف کی گلیوں میں اور کبھی مدینہ کی روح پرور فضاؤں میں کی۔

خدا کی رسی اور مواخات

قرآن کریم اللہ عزّ و جلّ کی مضبوط رسی ہے۔ دیکھو! اسے مضبوطی سے تھامے رکھو۔ یہ رسی ٹوٹ تو نہیں سکتی، ہاں چھوٹ سکتی ہے۔ اگر سب مل کر پوری قوت سے اسے پکڑے رہوگے تو کوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہو سکیگا اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابلِ اختلال ہو جائے گی۔ قرآن کریم سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں۔ اور ایک مُردہ قوم حیاتِ تازہ حاصل کرتی ہے۔

اخوت

ایک اخوت وہ ہے جو دو اشخاص کے درمیان خون کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔ اس اخوت میں ہر ایک بھائی کا حق قانوناً، رواجاً، اخلاقاً مسلّم ہوتا ہے اور ایک بھائی دوسرے بھائی کی مدد اور معاونت کا بچپن ہی سے خوگر ہوتا ہے۔ لیکن اس اخوت کا دائرہ کچھ زیادہ وسیع نہیں ہوتا۔ تاریخ میں سینکڑوں مثالیں ایسی ملتی ہیں۔ کہ بھائی کا بھائی دشمن رہا۔ اور مدت العمر ان کے تعلقات صاف نہ ہوئے۔ ہابیل و قابیل کا واقعہ کہ جہاں سے قتل انسانی کی ابتدا ہوئی اس کی زندہ مثال ہے۔

دوسری اخوت وہ ہے جو اتحادِ عقیدہ کی بنیاد پر پائی جاتی ہے۔ اور ہماری مراد بھی ایسی اخوت سے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے اسلام میں داخل ہونے والوں میں جو اخوت قائم ہوئی وہ اپنے تقدس میں ایسی برتر و اعلیٰ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں تلاش کرنا عبث ہے اور زمین و آسمان اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

عَنۡ اَبِیۡ مُوۡسٰی رضؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ الۡمُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِ کَالۡبُنۡیَانِ یَشُدُّ بَعۡضُهٗ بَعۡضًا ثُمَّ شَبَّکَ بَیۡنَ اَصَابِعِهٖ

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ایمان والوں کا تعلق دوسرے ایمان والوں سے ایک (مضبوط) عمارت (کے اجزاء) کا سا ہونا چاہیے کہ باہم ایک دوسرے کی مضبوطی کا ذریعہ بنتے ہیں پھر آپ نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیں۔

عَنِ النُّعۡمَانِ بۡنِ بَشِیۡرٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فِیۡ تَوَادِّهِمۡ وَتَرَاحُمِهِمۡ وَتَعَاطُفِهِمۡ مَثَلُ الۡجَسَدِ اِذَا اشۡتَکٰی مِنۡهُ تَدَاعٰی لَهٗ سَائِرُ الۡجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالۡحُمّٰی (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپس کی محبت آپس کے پیار، آپس کے تعلقات میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے جو چند اعضائے سے مرکب ہوتا ہے۔ پھر اگر ایک عضو کو تکلیف ہو جاتی ہے۔ تب سارے جسم کے اعضاء بے خوابی و تپ و بے تابی میں اس کا ساتھ دیتے ہیں۔

یہاں تواد۔ تراحم اور تعاطف تین الفاظ کا استعمال فرمایا گیا ہے — تواد بتلاتا ہے کہ خیر اندیشی و خیر طلبی کا وہ درجہ حاصل ہو جائے کہ اپنے اغراض و مقاصد کو دوست کی غرض و مقصد پر قربان کرنا آسان ہو —— تراحم ظاہر کرتا ہے کہ دوست کی مصیبت کا احساس تمہارے دل میں ہو — تعاطف یہ کہ ایک دکھ میں ہے تو اس کا درد دوسرے کو ہے۔ ایک کا کام اٹکا ہوا ہے تو دوسرا اس کی تدبیر میں لگا ہوا ہے۔ غور فرمایئے! کیا دنیا کے کسی مذہب کے پاس اسلام کے سوا محبت و اخوت کی ایسی تعلیم موجود ہے؟ صفحۂ ارضی پر رہنے والے تمام مسلمانوں کو ایک جسم کہہ کر کس قدر درس محبت و اخوت اسلام نے دیا اور احساس دلایا کہ اگر مشرق کے رہنے والے مسلمان کے پاؤں میں ایک کانٹا چبھے تو مغرب میں رہنے والا دوسرا مسلمان اس کی کسک اپنے دل میں محسوس کرے۔ شمال میں رہنے والے کسی مومن کو تکلیف پیش آئے تو جنوب میں بسنے والے مسلمان کی جان پر بن جائے اور اس کی محبت سے تڑپنے لگے۔

برادرانِ اسلام! اگر ہم اس تعلیم نبوت کو مشعل راہ بنا لیں تو خدا کی زمین پر بسنے والے تمام مسلمان دنیا کی عظیم ترین قوت بن جائیں اور اقوام عالم میں سربلند و سرفراز ہوں۔

اے اللہ ہمیں صحیح معنوں میں تعلیمات اسلامیہ سے فیضیاب کر آمین

امام ولی اللہ دہلوی کے فلسفے پر ایک نظر

جناب محمد مقبول عالم صاحب بی اے لاہور

(گذشتہ سے پیوستہ)

امام صاحب کی الٰہیات

اُن کے فلسفے کا تیسرا جُز یہ ہے کہ خدا کیا ہے؟ اور اس کائنات سے اس کا کیا تعلق ہے؟ یعنی خدا جو مادہ سے بالکل پاک ہے وہ مادی کائنات میں کیسے تصرف کر رہا ہے؟

اللہ تعالےٰ کی ایک تو خالص ذات ہے جسے ذاتِ بحت کہتے ہیں اور دوسرے اُس کی صفات ہیں۔ خالص ذات کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ اس کی صفات اور اُن کے مظاہر پر غور کرنا ممکن ہے۔ جیسے سورج کا ایک اندرونی حصہ ہے اور اس کے اوپر شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ جن سے شعاعیں نکل رہی ہیں ہم سورج کے شعلوں کو دیکھتے ہیں — اُس کے اندرونی حصے کو نہیں دیکھ سکتے۔

اسی طرح اللہ تعالےٰ کی ذات کے متعلق ہم کچھ نہیں جان سکتے لیکن اس کی خالص ذات (ذاتِ بحت) سے ایک بہت بڑی تجلی صادر ہوتی ہے۔ جسے تجلیٔ اعظم کہتے ہیں۔ یہ جملہ تجلیاتِ صفات کی اصل اور منبع ہے۔

امام صاحب نے عالم صفات اور اس کے نیچے تجلیاتِ صفات کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ اللہ تعالےٰ اور کائنات کے باہمی ربط کو نہایت اچھی طرح واضح کر دیتا ہے۔ مثلاً وہ صفاتِ الٰہی کی تجلیات کو اسی عالم شہادت میں کارفرما دیکھتے ہیں اور قرار دیتے ہیں کہ یہ کائنات دراصل ان تجلیات ہی کے باہمی عمل اور ردِ عمل کا میدان ہے۔ مثلاً اللہ تعالےٰ کی صفتِ رحمانیت کی تجلی، عرش، رحمانیت اور افلاک کی منازل میں سے ہوتی ہوئی عالم شہادت کے مادے کی شکل اختیار کر لیتی ہے — جس میں آگے چل کر اللہ تعالےٰ کی دیگر صفات تصرف کر کے تخلیق کے عمل کے ذریعے سے مختلف اجناس اور انواع پیدا کرتی ہیں۔ تجلیات سے مادہ بننا یہ ابداع کا عمل ہے۔ اور مادے سے دیگر اشیاء کا بننا یہ خلق کا عمل ہے۔ جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ چونکہ نام نہاد "مادہ" دراصل اللہ تعالےٰ کی صفت رحمانیت ہی کا پرتو ہے۔ اس لئے اس کے اندر دیگر صفاتِ الٰہی اور ان کی تجلیات کا تصرف اور دخل ممکن ہے۔ اگر مادہ اللہ تعالےٰ کی صفات سے الگ اپنی مستقل ہستی کا مالک ہوتا اور اس کا منبع یہ ذاتِ الٰہی نہ ہوتا، تو اس میں کسی تجلی کا دخل ممکن نہ ہوتا۔ مادہ کس طرح بنتا ہے اور تجلیات کیسے عمل کرتی ہیں۔ اس فلسفے کا نام وہ "طلسم الٰہی" رکھتے ہیں۔

اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ہم اس بات پر غور کرنے بیٹھتے ہیں کہ برق یعنی بجلی ایک غیر مادی شے ہے۔ لیکن تانبہ کا تار ایک مادی چیز ہے تو اس مادی شے — تار — میں غیر مادی شے — برق — کس طرح عمل یا تصرف کرتی ہے اور وہ — تار — اُس کے عمل کو کیوں قبول کرتی ہے۔ اس کا جواب صاف ہے کہ تانبے کا تار بھی اصل میں برق الاصل ہے یعنی بجلی کے برقیات سے بنی ہے اس لئے دونوں متحدالاصل ہیں۔ اس لئے ان کا عمل اور ردِ عمل ممکن ہے۔

مختصر الفاظ میں وہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ذاتِ الٰہی سے مرتبہ صفات صادر ہوُا۔ جیسے سورج سے شعاعیں صادر ہوتی ہیں اور یہ اس کا ذاتی تقاضا ہے۔ پھر ذات الٰہی نے مرتبہ صفات سے آگے عالم شہادت یا شخص اکبر پیدا کیا۔ گویا مرتبہ صفات ایک درمیانی کڑی ہے۔ اور اس درمیانی کڑی کے واسطے سے ذات الٰہی کا تصرف کائنات میں ہوتا ہے۔ اس کا تفصیلی بیان ان کی کتاب سطعات میں ہے

فلسفہ ولی اللہ کے ان تین بنیادی مباحث کی تفصیلات کیا ہیں؟ اس کا ذکر انشاء اللہ وقتاً فوقتاً مختلف اشاعتوں میں ہوتا رہے گا۔ واللہ المستعان۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوُا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

اہلسنّت کا اعتقاد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت باقی امتوں سے بہتر ہے۔ اور افضل امّت وہ ہے جنہوں نے آنحضرتؐ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور آپ سے بیعت کی اور آپ کی تابعداری کی۔ اور آپ کے سامنے کفار سے لڑے اور آپ کی عزّت اور مدد کی اور اپنی جان و مال کو آپ پر فدا کیا اور پھر اس زمانہ کے لوگوں میں سے بہتر وہ ہیں جو حدیبیہ میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آپ سے وہ بیعت کی جس کو بیعت رضوان کہتے ہیں اور یہ لوگ چودہ سو مرد تھے۔ اور اہل حدیبیہ سے بہتر وہ جان نثار ہیں جو جنگ بدر میں آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے اور وہ تین سو تیرہ آدمی تھے جو اصحاب طالوت کے شمار کے برابر ہیں اور ان سے بہتر دار خیزران کے ۴۰ مرد ہیں جو عمرؓ بن خطاب کے ساتھ اسلام لائے تھے اور پھر اس سے بہتر دس مرد ہیں (عشرہ مبشرہ) جن کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے کہ یہ لوگ قطعی بہشتی ہیں اور اُن بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ علیؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ سعدؓ سعیدؓ۔ ابوعبیدہؓ بن جراح اور پھر ان دس میں سے چاروں خلیفے زیادہ نیکوکار اور افضل ہیں اور پھر ان چاروں میں سے اول حضرت ابوبکرؓ ہیں اور ان کے بعد حضرت عمرؓ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کا خلیفہ ہونا!

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان سے رحلت فرما گئے تو آپ کے بعد ۳۰ سال تک ان چاروں خلیفوں میں خلافت قائم رہی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا زمانہ دو سال سے کچھ زیادہ ہے۔ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ دس سال رہا اور عثمانؓ نے بارہ سال اور حضرت علیؓ نے چھ سال خلافت کی۔ آپ کے بعد حضرت معاویہؓ انیس ۱۹ برس تک خلیفہ رہے اور جب حضرت عمرؓ خلیفہ تھے تو حضرت معاویہؓ بیس برس تک شام کے حاکم رہے تھے اور چاروں اماموں کی خلافت کا کام آپس کے اتفاق اور رضامندی سے ہوتا تھا اور ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے زمانہ میں سب سے بزرگ شمار کیا گیا ہے۔ اور ان کی خلافت تلوار کے زور اور غلبہ و قہر سے نہیں ہوئی اور نہ ان میں سے کسی نے اپنے سے بہتر سے یہ خلافت چھینی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت تمام مہاجرین اور انصار کی رضامندی اور آپس کے اتفاق سے ہوئی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس وقت خطیب انصار میں سے اٹھے اور کہا کہ ایک آدمی ہم میں سے امیر ہو اور ایک تم میں سے حضرت عمرؓ نے اس وقت کہا کہ اے جماعت انصار! تمکو معلوم نہیں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لوگوں کا امام بنایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں یہ سچ ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا ہے کہ ابوبکرؓ سے بہتر کون ہے جو اب ان لوگوں کی امامت کرے اس کا انصار نے جواب دیا کہ معاذ اللہ اگر ہم ابوبکرؓ سے پیش قدمی کریں۔

اور ایک دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ نے ابوبکرؓ کو جس مقام پر کھڑے ہو کر امامت کرنے کے واسطے فرمایا ہے کس کا دل چاہتا ہے کہ اس جگہ سے ان کو ہٹایا جائے۔ سب نے کہا ہمارے دل تو نہیں چاہتے کہ ان کو ان کی جگہ سے ہٹایا جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں پس انصار، مہاجرین نے باتفاق ابوبکرؓ کی بیعت کی اور حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ اس بیعت میں شریک تھے۔

ایک صحیح روایت میں آیا ہے کہ جب بیعت ختم ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو گئے اور تین دن انہوں نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اگر کوئی تم میں ایسا ہے۔ کہ اس نے مجھ سے کراہت کے ساتھ بیعت کی ہے تو میں اپنی بیعت کو واپس لیتا ہوں یہ سن کر سب سے پہلے حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ آپ سے جو عہد کیا گیا ہے اس کو کوئی توڑ نہیں سکتا اور نہ کوئی اس سے پھر سکتا ہے کیونکہ جس کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آگے کھڑا کر جائیں کون ہے جو اس کو پیچھے کرے۔ اور لوگوں سے یہ بات مستند معلوم ہوتی کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے واسطے حضرت علیؓ بہت ہی بڑے ساعی تھے۔ عبدالرحمٰن بن منادر روایت کرتے ہیں کہ جنگِ جمل کے بعد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا اور آ کر آپ سے پوچھا کہ آنحضرتؐ نے خلافت کے بارہ آپ سے کوئی عہد کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس معاملہ میں بہت کچھ سوچا ہے اور اس سے یہی معلوم ہوا ہے کہ اسلام کا بازو نماز ہے پس ہم اپنے دنیا کے اس معاملہ میں راضی ہوئے جس پر ہمارے اللہ اور رسولؐ راضی ہوئے اور دین کے بارہ میں اور ہم نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز فرلیضہ کی امامت کے واسطے اپنا خلیفہ مقرر کیا جب آپ کی بیماری کے دنوں میں حضرت بلالؓ خدمت میں حاضر ہو کر اقامت نماز کی اطلاع دیتے تھے۔ تو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان کو فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور اپنی زندگی کے وقت میں آنحضرتؐ ابوبکرؓ کے حق میں ایسی گفتگو فرمایا کرتے تھے جس سے صحابہ کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلافت کے زیادہ لائق ہیں اور ایسا ہی حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے حق میں معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے بھی ہر ایک اپنے اپنے وقت میں خلافت کے لائق اور مستحق تھے۔

ابن بطوطہ اپنی اسناد میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس کو خلیفہ بنائیں آپ نے فرمایا کہ تم اگر ابوبکرؓ کو امیر بناؤ تو اس کو امین پاؤگے ۔ دنیا کا تارک اور آخرت کی طرف رغبت کرنے والا ، اور اگر عمرؓ کو خلیفہ بناؤگے تو اس کو ایسا قوی اور امین پاؤگے کہ خداوند تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں اس کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں ہو گا ۔ اور اگر علیؓ کو امیر بناؤگے تو اس کو سیدھے راستہ پر چلنے والا اور لوگوں کو سیدھا راستہ دکھلانے والا پاؤگے اس لئے سب کے سب پہلے پہل حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر متفق ہوئے ۔

اور ہمارے امام ابی عبداللہ احمد بن حنبلؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت نص جلی اور اشارت سے ثابت ہے اور امام حسن بصریؒ اور محدثین کی جماعت کا یہی مذہب ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ معراج کی رات جب میں نے خداوند کریم سے عرض کی کہ میرے بعد علیؓ ابن ابی طالب کو خلیفہ بنایا جائے تو فرشتوں نے مجھ کو جواب دیا کہ اے محمدؐ ! اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور تیرے بعد خلیفہ ابوبکرؓ ہو گا اور خلافت کے زمانہ میں تھوڑے ہی دن زندہ رہیگا اور مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جب پیغمبر خدا دنیا سے رخصت ہونے لگے ۔ تو کوچ کرنے سے پہلے انہوں نے مجھ کو یہ کہا کہ ابوبکرؓ میرے بعد حاکم ہونگے اور ان کے بعد عمرؓ ہوں گے ۔ اور ان کے بعد عثمانؓ اور ان کے بعد تم ہوگے اور جس وقت ابوبکرؓ نے اپنے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کیا ۔

حضرت عمرؓ کی خلافت

تو اس وقت صحابہ کرام جمع ہوئے اور انہوں نے مل کر آپ کی بیعت کی اور آپ کا نام امیر المؤمنین رکھا ۔ اور عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے ابوبکرؓ کو کہا کہ آپ نے حضرت عمرؓ کو ہمارے اوپر امیر مقرر کیا ہے اور ان کے مزاج کی سختی سے واقف ہیں ۔ قیامت کے دن آپ پروردگار عالم کو کیا جواب دیں گے ۔ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ میں اس وقت یہ عرض کرونگا کہ خداوندا ! میں نے اس شخص کو ان لوگوں پر خلیفہ مقرر کیا ہے جو تیرے بندوں میں سے بہتر بندہ ہے ۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت

اور حضرت عثمانؓ ابن عفان کی خلافت صحابہ کے اتفاق اور ان کی رضا مندی سے مقرر ہوئی تھی اور حضرت عمرؓ نے اپنے بعد اپنی اولاد کو خلافت سے محروم کر دیا تھا ۔ اور مندرجہ ذیل چھ اصحاب کی مجلس شوریٰ مقرر ہوئی تھی ۔ طلحہؓ ۔ زبیرؓ سعدؓ ابن ابی وقاص عثمانؓ ، علیؓ ، عبدالرحمٰن بن عوف اور بعد میں طلحہؓ زبیرؓ اور سعدؓ تینوں علیحدہ ہو گئے اور عثمانؓ عبدالرحمٰنؓ اور حضرت علیؓ شامل رہے اور عبدالرحمٰنؓ نے حضرت علیؓ اور عثمانؓ کو کہا کہ میں تم دونوں میں سے ایک کو اللہ اور اس کے رسولؐ مومنوں کے لئے پسند کرتا ہوں پس اس نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور ان کو کہا کہ میں خدا اور رسولؐ کے احکام کی بجا آوری کے واسطے تمہیں مسلمانوں کا حاکم تجویز کرتا ہوں تو خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول کے عہد کی ذمہ داری اٹھا اور جب ہم تیری بیعت کریں تو لوگوں کو نصیحت کر اور مسلمانوں کے حقوق کے ادا کرنے میں کوشش کرو اور وہی سیرت اور روش اختیار کرو جو خدا کے رسولؐ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ نے اختیار کی تھی ۔ جب حضرت علیؓ نے یہ سنا تو ان کو خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ میں اس سیرت اور روش پر قدرت نہ پا سکوں اس لئے آپنے خلافت کو قبول نہ کیا ۔

اس کے بعد عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑا اور جو گفتگو حضرت علیؓ سے ہوئی تھی وہی ان سے کی ۔ عثمانؓ نے آپ کی اس تجویز کو منظور کر لیا اور جب قبول کیا تو عبدالرحمٰنؓ نے آپ کے ہاتھ کو مس کیا اور ان کی بیعت کی اور ان کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کی ۔ اور پھر باقی لوگوں نے بیعت کی ۔ اور اس طرح سب کے اتفاق سے حضرت عثمانؓ خلیفہ مقرر کئے گئے اور پھر آپ نے آخری دم تک سچائی اور دیانت سے اس کام کو نبھایا اور ان کے عہد خلافت میں لوگوں کو کوئی ایسا موقع نہیں ملا کہ آپ کے متعلق طعن و تشنیع کرتے اور نہ ہی ان کے قتل کرنے کا کوئی بہانہ ہاتھ آیا مگر فرقہ رافضیہ کو اس سے اتفاق نہیں اس گروہ کے لوگ آپ کو بے جا تہمت لگاتے ہیں ۔ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے

حضرت علیؓ کی خلافت

اور حضرت علیؓ کی خلافت بھی دین کے بزرگوں اور صحابہ کے اتفاق سے قائم ہوئی ہے ۔ ابو عبداللہ ابن بطہ محمد حنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب عثمانؓ کو لوگوں نے گھیر لیا تھا ۔ اس وقت میں حضرت علیؓ کے پاس موجود تھا اسی اثنا میں ایک آدمی آیا اور اس نے حضرت علیؓ سے کہا کہ وقت قریب ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کو مار ڈالا جائے ۔ یہ سنتے ہی حضرت علیؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور جب اٹھے تو میں نے ان کی کمر کو پکڑ لیا کیونکہ مجھ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں یہ خود ہلاک نہ ہو جائیں ۔ حضرت علیؓ نے مجھے کہا کہ تم مجھ کو چھوڑ دو ، تیری ماں نہ ہو ، میں نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ اس وقت حضرت عثمانؓ کے ہاں گئے اور جب گھر میں آپ کو جا کر دیکھا تو اس وقت عثمانؓ شہید کئے جا چکے تھے اس کے بعد آپ اپنے گھر چلے گئے اور اندر جا کر گھر کا دروازہ بند کر لیا لوگ آپ کے دروازہ پر جمع ہوگئے اور دروازہ کو اکھاڑ ڈالا اور آپ سے کہا کہ عثمانؓ کو تو مار ڈالا گیا ہے اور خلیفہ کا ہونا ضروری ہے اور اس کام کے واسطے آپ سے زیادہ لائق کوئی آدمی ہم کو دکھائی نہیں دیتا حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ تم مجھ کو خلیفہ نہ بناؤ میں تمہارے لئے وزیر ہوں امیر سے بہتر ، انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ خدا کی قسم ہم سچ کہتے ہیں کہ آپ سے زیادہ ہم کسی کو اس کام کے لائق خیال نہیں کرتے ۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ جیسا تم کہتے ہو اگر ایسا ہی ہے تو تم چھپ کر مجھ سے بیعت نہ کرو ، میں مسجد کو جاتا ہوں ۔ جس کسی کو مجھ سے بیعت کرنی منظور ہو ۔ وہ آئے اور اعلانیہ مجھ سے بیعت کرے ۔ اس لئے آپ مسجد کی طرف گئے اور وہاں لوگوں نے حضرت علیؓ سے

بیعت کی اور ان کو خلیفہ بنایا - اور پھر شہادت پانے کے وقت تک سچے اور برحق امام رہے - بخلاف خوارج کے جو کہتے ہیں کہ وہ ہرگز امام نہ تھے ہلاکت ہو۔ ان کے واسطے ، امام احمدؒ کہتے ہیں کہ طلحہؓ ، زبیرؓ اور عائشہؓ اور معاویہؓ سے جو حضرت علیؓ کی جنگ ہوئی ہے تو ہم کو مناسب نہیں ہے کہ ان کے جھگڑوں اور ان کی باہمی نفرت اور لڑائی کی نسبت گفتگو اور رائے زنی کریں - اللہ تعالیٰ ان کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے اور وہی قیامت کے دن ان کے دل صاف کریگا جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ پ ۸ ع ۱۲ (ترجمہ) اور ہم نکال لیں گے جو کچھ ان کے دلوں میں خفگی تھی۔

جو کچھ بھی کینہ ان کے سینوں میں تھا قیامت کے دن ہم اس کو نکال دیں گے اور اس وقت وہ بھائی بھائی ہو جائیں گے اور آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے اور حضرت علیؓ اس لڑائی میں حق پر تھے ان کا اعتقاد تھا کہ وہ امام برحق ہیں۔ کیونکہ اہل حل و عقد صحابہ نے ان کی امامت اور خلافت پر اتفاق کیا تھا - پس اس کے بعد جو شخص ان کی اطاعت سے باہر ہوا اور ان کے ساتھ جنگ کرنے کے واسطے مستعد ہوا وہ امام سے باغی اور اس کے حکم سے نکل گیا اور اس کے ساتھ لڑائی کرنا جائز ہوا۔

اور معاویہؓ طلحہؓ اور زبیرؓ نے جو آپ سے جنگ کی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آپ سے حضرت عثمانؓ کا قصاص مانگتے تھے جو ظلم سے قتل ہوئے تھے - اور جن لوگوں نے ان کو قتل کیا تھا وہ ان کو طلب کرتے تھے اور وہ حضرت علیؓ کے لشکر میں تھے اس لئے ہر ایک نے جو اس جنگ میں تاویل کی ہے وہ بجائے خود صحیح اور درست کی ہے اور ہمارے واسطے بہتر ہے کہ اس قسم کی گفتگو سے اپنی زبان کو بند رکھیں اور ان کے معاملہ کو خدا کے سپرد کریں - کیونکہ وہ احکم الحاکمین اور خوب فیصلہ کرنے والا ہے - ہم اپنے نفسوں کو عیبوں سے پاک کریں اور اخلاق ذمیمہ کو اپنے سے دور کریں اور اپنے ظاہر اور باطن کو ایسے کاموں سے آراستہ کریں جو پسندیدہ ہوں -

حضرت معاویہؓ کا خلیفہ مقرر ہونا

حضرت علیؓ کے وفات پا جانے اور حضرت حسنؓ کے خلافت ترک کر دینے سے معاویہ ابن ابوسفیانؓ پر خلافت کا مقرر ہونا درست اور ثابت ہے اور حضرت حسنؓ نے جو خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دی تھی۔ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو مسلمانوں میں فتنہ و فساد اٹھے گا اور خون ریزی ہوگی - اور حضرت حسنؓ کے ایسا کرنے سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بھی سچا ہو گیا جو آپ نے ان کے حق میں فرمایا تھا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ میرا یہ فرزند سردار ہے - اس کے وسیلہ سے خداوند تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح اور اتفاق کی بنیاد ڈالے گا - اس لئے حضرت معاویہؓ کو جو خلافت پہنچی تھی وہ حضرت حسنؓ کے سپرد کر دینے سے پہنچی تھی - اور جس سال یہ خلافت مقرر ہوئی تھی اس کا نام سال جماعت رکھا گیا تھا - کیونکہ اس سے سب لوگوں کے درمیان اتفاق ہو گیا تھا اور مخالفت درمیان سے اٹھ گئی تھی اور سب نے اتفاق سے حضرت معاویہؓ کی فرمانبرداری قبول کی اور اس موقعہ پر یہ دونوں فریق ہی خلافت کے دعویدار تھے۔ کوئی تیسرا فریق موجود نہ تھا - کہ وہ مخالفت کرتا - اور جو دونوں گروہ حاضر تھے ان میں صلح ہو گئی اور حضرت معاویہؓ کا خلیفہ ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قول سے بھی ثابت ہے - رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی چکی ۳۵، ۳۶ یا ۳۷ برس تک چلتی رہے گی - اور یہاں چکی سے مطلب اسلام کی قوت اور تقویت کا ہونا مقصود ہے - اور تیس سال سے جو پانچ سال زائد بیان ہوئے اس سے حضرت معاویہؓ کا زمانہ مراد ہے - کیونکہ جب چاروں صحابہ کی خلافت کا زمانہ گذر گیا جو تیس سال تک رہا - تو اس کے بعد معاویہؓ کی خلافت قائم ہوئی تھی - اور حضرت معاویہؓ نے ۱۹ سال تک خلافت کی ہے - اور ۳۰ سال حضرت علیؓ کی خلافت تک گذر چکے تھے اور ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج پر بہت نیک ظن رکھتے ہیں اور ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ تحقیق سب مسلمانوں کی مائیں ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہیں - اور اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کلام کے ذریعہ جو ہم روز پڑھتے ہیں اور قیامت تک پڑھتے رہیں گے جناب صدیقہؓ کو ملحدوں کے اس ناپاک کلام سے جو انہوں نے آپ کے حق میں کہی تھی پاک کیا - اور ایسا ہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہؓ سب جہان کی عورتوں سے افضل ہیں - اور حضرت فاطمہؓ سے اسی قدر محبت اور تکریم رکھنی واجب ہے جس قدر اُن کے والد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ آپ فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ میرا ایک ٹکڑہ ہے - جو چیز فاطمہؓ کو رنج دیتی ہے - وہ مجھ کو رنج پہنچاتی ہے - پس یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے - اور ان کی ثناء و تعریف کی ہے -

مہاجرین اور انصار کا درجہ

اور یہ مہاجر اور انصار ہیں جنہوں نے دو قبلوں کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی ہے - اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں فرمایا ہے - کہ جن لوگوں نے مکہ فتح ہونے سے پہلے اپنے مال کو خرچ کیا اور کافروں کے ساتھ جنگ کی وہ مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں جنہوں نے مکہ کے فتح ہونے کے بعد اپنے مال کو خرچ کیا اور کافروں سے لڑائی کی - اور یہ جتنے لوگ ہیں ان سب سے خداوند کریم نے وعدہ کیا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں - اور انہوں نے نیک کام کئے ہیں ان کو ہم زمین میں خلیفہ بنائیں گے جیسے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے -

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ (پ ۱۸ ع ۱۳)

اور فرمایا ہے کہ جو دین ان کے واسطے پسند کیا ہے اس دین میں ہم مضبوط کریں گے اور اُن کا خوف و خطرہ امن اور راحت سے بدل دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ رسول مقبولؐ کے ساتھ ہیں وہ

کافروں پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں اور وہ رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ الخ (پ۲۶ ع۱۲)

کھیتی کسانوں کو خوش لگتی ہے اور کفار کو غضب میں لاتی ہے۔

جعفر ابن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ سختی اور آسانی، غار اور خیمہ میں ساتھ ہونے والے سے مراد حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں اور کافروں پر سخت سے مراد حضرت عمر ابن خطاب ہیں آپس میں نرم دل سے مراد حضرت عثمانؓ اور رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے سے مراد حضرت علیؓ ابن ابی طالب ہیں اللہ کی رضامندی اور اس کے خواہاں طلحہؓ اور زبیرؓ مددگاران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور اس آیت سے مراد کہ ان کی علامت اُن کے چہروں میں سجدے کے اثر سے ظاہر ہے۔ سعدؓ، سعیدؓ اور عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوعبیدہ بن جراح ہیں اور ان دس بزرگوں کی صفت۔ تورات اور انجیل میں اس طرح آئی ہے کہ جس طرح کھیتی اپنا خوشہ نکالتی ہے اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ نے اس کھیتی کو حضرت ابوبکرؓ سے قوت بخشی۔ اور یہ حضرت عمرؓ کے باعث پلی اور موٹی ہوئی اور عثمانؓ کے ذریعہ اپنے تنوں اور شاخوں پر کھڑی ہوئی اور یہ کھیتی خوبصورت دکھلائی دیتی ہے۔ حضرت علیؓ کے باعث اور کفار جلتے ہیں اور ان کو جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب پر غصہ آتا ہے۔

اور اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہؓ کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا ہے۔ اس سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا واجب ہے اور ان کے حق میں بُرے کلمات سے پرہیز کیا جائے اور واجب ہے کہ ان کے فضائل اور نیکیاں بیان کی جائیں اور ان کا معاملہ جو کچھ ہوا ہے خدا تعالےٰ کے سپرد کیا جائے اور جو مخالفت حضرت علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عائشہؓ اور معاویہؓ کے درمیان واقع ہوئی ہے وہ بھی ایسی ہی ہے جیسا کہ اوپر بیان کی گئی ہے اور ہر ایک بزرگ کو اُس کے درجہ کے مطابق بزرگ جاننا درست ہے۔

جیسا کہ خداوند کریم فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۵

(پ۲۸ ع۴)

ترجمہ:۔ اور ان لوگوں کو جو ان کے بعد آتے کہتے ہوئے اے رب! ہم کو بخش اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان میں داخل ہوتے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کا بیر نہ رکھ، اے رب! تو ہی نرمی والا اور مہربان ہے

ارشاداتِ نبوی

اور پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جب میرے صحابہؓ کا ذکر کیا جائے تو تم کو خاموش رہنا چاہئے۔ اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے صحابہ میں جو اختلاف پڑے اُس میں تم کچھ بحث نہ کرو۔

۲۔ اگر تم میں سے خدا کے راستہ میں کوئی شخص کوہ اُحد کے برابر سونا خرچ کرے وہ صحابہؓ کے ایک مُد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا بلکہ نصف مُد کے ثواب کو بھی نہیں پہنچتا۔

۳۔ انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خوشخبری ہو اس شخص کو جس نے مجھ کو دیکھا۔ اور نیز اس شخص کو خوشخبری ہو جس نے اس شخص کو دیکھا جس نے مجھ کو دیکھا۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کو گالی نہ دو۔ پس جس شخص نے میرے صحابہ کو گالی دی اس پر خدا کی لعنت ہو۔

۵۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خداوند کریم نے مجھ کو چن لیا ہے اور پسند فرمایا ہے اور میرے واسطے میرے یار بھی چن لئے ہیں۔ اور پسند کرلئے ہیں۔ اُن کو میرا مددگار بنایا ہے اور ان کو میرے سُسر اور رشتہ دار بنایا ہے اور اخیر زمانہ میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا کہ وہ صحابہ کے رتبے کو کم کرے گا۔ خبردار! تم نے اُن کے ساتھ ہرگز کھانا پینا نہیں۔ ہرگز ان کے ساتھ نکاح کرنا کرانا نہیں اور ان کے ساتھ نماز بھی نہیں پڑھنی اور ان پر نماز جنازہ کبھی نہیں پڑھنی۔ اور ان پر لعنت کرنی حلال ہے۔

۶۔ جابرؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس شخص نے مجھ سے درخت کے نیچے بیعت کی وہ کبھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

۷۔ ابوہریرہؓ نے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اہل بدر کو نظر عنایت سے دیکھا اور کہا کہ جو عمل تم چاہو کرو۔ تحقیق میں نے تم کو بخش دیا ہے۔

۸۔ اور ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کسی کی کلام کو پکڑوگے ہدایت پاؤگے۔

۹۔ ابن بریدہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب میں سے جو کوئی جس حصّہ زمین میں فوت ہوا وہ وہاں کے لوگوں کی شفاعت کرے گا۔

۱۰۔ ابوسفیان ابن عینیہؒ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے صحابہ کے حق میں کوئی بے جا کلمہ کہا تو وہ بدعتی اور گمراہ ہوگا۔

اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں کے اماموں اور ان کی پیروی کرنے والوں کی بات مانی جائے اور اس کی فرمانبرداری کی جائے خواہ وہ لوگ نیکوکار ہوں یا بدکار، خواہ عادل ہوں یا ظالم، اور ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں اور وہ امام جس کو اپنا جانشین اور نائب بنائے اُس کی پیروی اور فرمانبرداری کریں۔

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

محمد شفیع عمر الدین (سانگھڑ)

صحبت کا اثر

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

جس سوسائٹی اور مجلس میں انسان بود و باش رکھتا ہے۔ اکثر اسی کی عادات و خصائل کو اپنا لیتا ہے۔

حدیث۔ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ کَمَا تُنْتَجُ الْبَھِیْمَۃُ بَھِیْمَۃً جَمْعَاءَ ھَلْ تُحِسُّوْنَ فِیْھَا مِنْ جَدْعَاءَ۔

ترجمہ۔ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے بکری کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے۔ جس کے کان لوگ کتر دیتے ہیں

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ہر پیدا ہونے والے بچے کی فطرت سلیمہ رکھی ہے۔ اس میں دین اسلام جو دین فطرت ہے، کے سمجھنے اور اس پر چلنے کی استعداد موجود ہے۔ مگر خارجی تعلقات اس کی فطرتِ سلیمہ کو کھو دیتے ہیں۔ اب وہ جس خصائل اور مذہب کے ماں باپ کے زیر سایہ رہ کر پرورش اور تربیت پاتا ہے۔ انہیں کی عادات اور مذہب اختیار کر لیتا ہے۔ اور بڑا ہو کر جس طرح کی سوسائٹی میں بود و باش رکھتا ہے۔ بہت حد تک اُن کا اثر قبول کر لیتا ہے۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

پسر نوح با بداں بنشست
خاندانِ نبوتش گم شد

سگ اصحابِ کہف روزِ چند
پئے نیکاں گرفت مردم شد

یعنی

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کفار کی صحبت میں رہ کر اپنی فطرت کھو بیٹھا۔ اور دینِ برحق سے منحرف ہو کر کافر ہو گیا اگرچہ پیغمبر علیہ السلام کا لخت جگر تھا مگر یہ نسبی تعلق کچھ کام نہ آیا اس کے غرق ہونے سے پہلے جب حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی تو بارگاہِ ایزدی سے جواب ملا

قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ

(ھود۔ ایت ۴۵)

ترجمہ۔ فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔

لہذا

عبرت کا مقام ہے۔ کہ وہ نبی کا بیٹا ہو کر دوزخ میں گیا کافروں کی صحبت نے اسے تباہ کر دیا

اب

نیکوں کی صحبت کا رنگ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ چند نوجوان جو اصحاب کہف کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنے وقت کے ظالم بادشاہ جو زبردستی بت پرستی کرواتا تھا، کے شہر کو چھوڑ کر اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کے لئے ایک پہاڑ کی غار میں جا کر چھپ گئے۔ ان کا ایک کتا بھی ان کے ساتھ چلا گیا۔ اس کتے پر ان کی صحبت کا اثر پہنچا۔ اور صدیوں تک ان کے ساتھ زندہ رہا

بُری سوسائٹی کے ممبروں کا پچھتاوا

وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ۝ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝

(الفرقان ایت ۲۷-۲۹)

ترجمہ۔ اور اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا۔ کہے گا اے کاش میں بھی رسول کے ساتھ راہ چلتا۔ ہائے میری شامت کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اسی نے تو نصیحت آنے کے بعد مجھے بہکا دیا۔ اور شیطان تو انسان کو رسوا کرنے والا ہی ہے۔

یعنی

قیامت کے دن ہر وہ ظالم جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی بسر نہ کی ہوگی۔ قرآن کریم اور اس کی عملی شرح حدیث شریف سے پہلوتہی کی ہوگی۔ بُروں اور بدکاروں۔ بے دینوں اور گمراہوں کو دوست بنایا ہوگا۔ افسوس کریگا کہ اس نے کیوں ایسا کیا۔ مگر اس وقت کا پچھتانا کچھ فائدہ نہ دے گا۔

فَیَوْمَئِذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُھُمْ وَلَا ھُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ

(سورۃ الروم ایت ۵۷)

ترجمہ۔ تو اس دن ظالموں کو ان کا عذر کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور نہ ان سے توبہ قبول کی جائے گی۔

دوست دشمن

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۢ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ۝

(الزخرف ایت ۶۷)

ترجمہ - اُس دن دوست بھی
آپس میں دشمن ہو جائینگے
مگر پرہیزگار

"اُس دن دوست، دوست سے بھاگے گا - کہ اس کے سبب سے کہیں میں پکڑا نہ جاؤں - دنیا کی سب دوستیاں اور محبتیں منقطع ہو جائیں گی - آدمی پچھتائے گا - کہ فلاں شریر آدمی سے دوستی کیوں کی تھی جو اُس کے اُکسانے سے آج گرفتار مصیبت ہونا پڑا - اُس وقت بڑا گرمجوش محب محبوب کی صورت دیکھنے سے بیزار ہوگا -

البتہ جن کی محبت و دوستی اللہ کے واسطے تھی - اور اللہ کے خوف پر مبنی تھی وہ کام آئے گی"
(حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ)

حاصل

یہ نکلا کہ بدکاروں کی صحبت سے دور رہنا چاہئے - ان کی دوستی میں دونوں جہان کا خسارہ ہے - اور نیکوکاروں اور پرہیزگاروں سے دوستانہ تعلقات رکھنے چاہئیں - جو دونوں جہان کی سرخروئی کا باعث ہیں -

حدیث - لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَاْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ
(ریاض الصالحین بحوالہ ابو داؤد و ترمذی)

ترجمہ - تیرا دوست مومن کے سوا اور کوئی (غیر مومن) نہ ہونا چاہئے - اور تیرا کھانا پرہیزگار کے سوا اور کوئی نہ کھائے -

یعنی

تیری دوستی اور تیرا اکل و شرب پرہیزگار مومنوں کے ساتھ ہونی چاہئے - بالالفاظ دیگر اوباش بد اعتقاد، غیر شرعی لوگوں کی رفاقت سے کنارہ کرنا چاہئے

کیونکہ

ہر قسم کی صحبت اپنے تاثرات ڈالتی ہے -

حدیث - اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَجَلِيْسِ السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَ اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا
(ریاض الصالحین بحوالہ متفق علیہ)

ترجمہ - نیک ہمنشیں اور بد ہمنشیں کی مثال ایسی ہے جیسے مشک کا مالک اور لوہار کی بھٹی - سو مشک والا تو تجھ کو مفت مشک دے دیگا - یا تو اس سے خرید لے گا - اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں گی - تو کم از کم اس کی خوشبو تجھے آئے گی - اور لوہار کی بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دیگا اگر یہ نہ ہوا - تو اس کی بدبو ضرور محسوس ہوگی

یعنی

جب تک عطر فروش کی دوکان پر قیام رہے - خوشبو آتی رہتی ہے اگر عطر خرید لیا - اور ساتھ لے لیا تو جب تک عطر ساتھ رہیگا خوشبو آتی رہے گی - اسی طرح نیک مجلس میں جب تک رہے گا نیک باتیں حاصل ہوں گی - اگر ان پر عمل پیرا ہوگیا - تو عطر ساتھ رکھنے والے کی طرح ہمیشہ کا فائدہ رہیگا

لوہار کی بھٹی کے قریب بیٹھنے سے دو باتیں ہوں گی ہو سکتا کہ چنگاری اڑ کر کپڑوں پر گرے تو انہیں جلا دے - ورنہ دھوئیں کی بدبو تو ضرور آئے گی - بعینہٖ بد مجلس کا سیرت پر برا اثر لازمی طور پر ہوگا - اگر بد باتیں اپنی زندگی کا جزء بنا لیں - تو زیادہ نقصان کریگی نیکیوں کو جلا دیگی - ایمان خطرے میں پڑ جائے گا -

اس لئے

بُری مجالس کے قریب نہ جانا چاہئے اور نیک مجالس میں بہت زیادہ بود و باش رکھنی چاہئے -

کفار کا اپنی سوسائٹی پر ناز

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ○ (مریم - آیت ۷۳)

ترجمہ - اور جب انہیں ہماری کھلی ہوئی آیتیں سنائی جاتی ہیں - تو کافر ایمانداروں سے کہتے ہیں - دونوں فریقوں میں سے کس کا مرتبہ بہتر ہے - اور کس کی محفل اچھی ہے -

یعنی

کفار قرآن کی آیتیں سن کر جن میں اُن کا برا انجام بتلایا گیا ہے - ہنستے ہیں - اور بطور استہزاء و تفاخر غریب مسلمانوں سے کہتے ہیں - کہ تمہارے زعم کے موافق آخرت میں جو کچھ پیش آئے گا - دونوں فریق کی موجودہ حالت و دنیوی پوزیشن (POSITION) پر منطبق نہیں ہوتا کیا آج ہمارے مکانات فرنیچر (FURNITURE) اور بود و باش کے سامان تم سے بہتر نہیں - اور ہماری مجلس (یا سوسائٹی) تمہاری سوسائٹی سے معزز نہیں - یقیناً ہم جو تمہارے نزدیک باطل پر ہیں - تم اہل حق سے زیادہ خوشحال اور اچھے والے ہیں
(حضرت مولانا عثمانیؒ)

ان کفار کو جواب ملتا ہے -
وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ○
(مریم آیت ۷۴)

ترجمہ - اور ہم ان سے پہلے کتنی جماعتیں ہلاک کر چکے ہیں - وہ سامان اور نمود میں بہتر تھے -

"یہ ان کی بات کا جواب دیا کہ پہلے ایسی بہت قومیں گزر چکی ہیں - جو دنیا کے ساز و سامان اور شان و نمود میں تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں - لیکن جب انہوں نے انبیاء کے مقابلے میں سرکشی کی اور تکبر اور تفاخر کو اپنا شعار بنا لیا خدا تعالے نے ان کی جڑ کاٹ دی - اور دنیا کے نقشہ میں اُن کا نشان بھی باقی نہ رہا - پس آدمی کو چاہئے - کہ دنیا کی فانی

(بقیہ صفحہ ۱۰ ۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ارشادات)

ٹیپ ٹاپ اور عارضی بہار سے دھوکہ نہ کھائے ۔عموماً متکبر دولتمند ہی حق کو ٹھکرا کر نہنگ ہلاکت کا لقمہ بنا کرتے ہیں ۔ مال اولاد یا دنیوی خوشحالی مقبولیت یا حسن انجام کی دلیل نہیں۔"

(حضرت مولانا عثمانیؒ)

حاصل

یہ نکلا کہ ایمانداروں کی مجالس دنیا دار متکبرین کفار سے ہر حال میں بہتر ہیں ۔ اُن کی ظاہری ٹیپ ٹاپ سے فریب نہ کھانا چاہئے۔ اور نیکوں کی مجالس سے رشتہ محکم رکھنا چاہئے۔

کفار کو دوست نہ بناؤ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ (المائدہ آیت ۵۷، ۵۸)

ترجمہ۔اے ایمان والو ان لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے۔اُن لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی۔ اور کافروں کو۔ اور اللہ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔ اور جب نماز کے لئے پکارتے ہو۔ تو وہ لوگ اس کے ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے ہیں۔ یہ اس واسطے کہ وہ بے عقل ہیں۔

یعنی

مسلمانوں کو غیر مسلموں کیساتھ دوستی گانٹھنے سے روکا گیا۔کیونکہ وہ دین برحق پر طعن کرتے ہیں اس کا تمسخر کرتے ہیں۔ اور شعائر اللہ (اذان وغیرہ) کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

اذان پر مذاق اڑانے کا ایک واقعہ حضرت ابن کثیرؒ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

مدینہ شریف میں ایک نصرانی تھا جب اذان میں اشهد ان محمد رسول الله کے الفاظ سنتا تو کہتا کہ جھوٹا جل جائے

ایک مرتبہ رات کے وقت اُس کی خادمہ گھر میں آگ لائی ۔ اس کی چنگاری اڑی ۔ سارے گھر میں آگ لگ گئی ۔ وہ شخص اپنے گھربار سمیت جل کر خاک ہوگیا۔

۲۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا (النساء آیت ۱۴۴)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ کیا تم اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام لینا چاہتے ہو

حاشیہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ

"اعدائے اسلام (منافق ہوں یا کافر) سے دوستی نہ رکھو ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر الزام عائد ہوگا

مسلمانوں کو کن سے دوستی رکھنی چاہئے

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (المائدہ آیت ۵۵)

ترجمہ۔ تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول اور ایمان دار لوگ ہیں ۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں ۔ اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں ۔

حضرت مولانا محمد صاحب انوری لائلپوری

یکم جولائی ۶۲ءکو عمرہ کے لئے تشریف لے گئے ہیں

لہذا

اس تاریخ کے بعد احباب ان کے نام خط وکتابت نہ کریں ۔ اور ان کی صحت کے لئے دعا بھی فرمائیں ۔

اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ اس بات کو یقینی مان لینا بھی جائز نہیں کہ فلاں اہل قبلہ بہشتی ہے یا دوزخی خواہ وہ پورا تابعدار ہو، یا گنہگار، خواہ تباہ کار ہو یا سیدھے راستہ پر چلنے والا۔ مگر اس آدمی کی نسبت یہ یقین کر لینا درست ہے جس کی بدعت اور گمراہی پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اطلاع مل چکی ہو۔

اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبیوں کے معجزے اور ولیوں کی کرامتیں برحق ہیں اور اس پر بھی سب متفق ہیں کہ گرانی اور ارزانی بھی خداوندکریم کی طرف سے ہے نہ مخلوق میں کسی کی طرف سے، نہ کسی بادشاہ اور حاکم کے اختیار میں ہے اور نہ کسی ستارے کی تاثیر میں کچھ دخل ہے جیسا کہ فرقہ قدریہ اور نجومی کہتے ہیں۔

انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گرانی اور ارزانی خدا کے لشکروں میں سے دو لشکر ہیں ایک کا نام رغبت ہے اور دوسرے کا نام ہیبت یعنی خوف ہے اور جب خداوندکریم چاہتا ہے کہ گرانی ہو تو سوداگروں کے دلوں میں اس کی رغبت ڈال دیتا ہے اور وہ اشیاء کو بند رکھتے ہیں اور جب خدا تعالےٰ ارزانی کرنا چاہتا ہے تو سوداگروں کے دلوں میں ہیبت یعنی خوف ڈال دیتا ہے اور وہ اُن چیزوں کو اپنے ہاں سے نکال دیتے ہیں۔

(غنیۃ الطالبین)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب، مہتمم مدرسہ عربی نجم المدارس، کلاچی۔

آہ، صاحبزادہ عبدالحلیم صاحب شرانی رح

مخدومی حضرت صاحبزادہ عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ لنڈی (درازندہ) علاقہ شرانی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں صدی حاضرہ ۱۹۰۰ء کی ابتدا ہی میں اس عالم آب و گل میں تشریف لائے۔ فرشتۂ موت نے جو ان دنوں چمنستان دنیا سے گلہائے ولائت کو نہایت سرعت اور تیزی سے چن چن کر توڑنے میں مصروف ہے۔ گلدستۂ ہدایت کے اس گل خنداں پر بھی ہاتھ ڈالا اور ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ بروز منگل عین بوقت اذان مغرب آپ کے پاس ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ کا پیغام نیک انجام لایا جسے آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے قبول فرماتے ہوئے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی انا للہ و انا الیہ راجعون مرحوم مولانا حضرت نورالمشائخ کابلی مجددی فاروقی نور اللہ مرقدہٗ کی یادگار تھے۔ حضرت اقدس کے سینکڑوں متوسلین آپ سے وابستہ تھے۔ مگر ؎

صبحدم وہ بھی نہ چھوڑی تونے اے بادِ صبا
یادگارِ رونق محفل تھی پروانے کی خاک

حاضرین جنازہ کی شہادت ہے کہ بعدالممات چہرہ نہایت درخشاں اور تبسم کی کیفیت بالکل واضح اور نمایاں تھی جسے سن کر یہ یقین آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کو قبول فرما لیا ہے جو روزانہ عصر کو ختم خواجگان کے بعد نہایت رقت آمیز لہجہ میں اور عموماً آبدیدہ ہو کر مانگا کرتے تھے یعنی وراحۃ یا اللہ عندالموت ومغفرۃ یا اللہ بعدالموت والعفو عندالحساب والمیزان ولنعم ما قیل ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم برلب او

صالح شباب

آپ بفضلہ تعالیٰ جوانی سے ہی ذاکر شاغل اور مصروف عبادت زندگی کے مالک تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا حافظ غلام النبی صاحب رح (جن کا تھوڑا سا ذکر خیر اور عجیب خصوصیت آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے) نے ابتدا ہی سے آپ کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا تھا۔ قرآن مجید کا افتتاح اپنے عصر کے بہت بڑے ولی اللہ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کرایا۔ اور پھر اپنی خصوصی نگرانی میں قرآن مجید حفظ کرایا۔ اور قرأت و تجوید کے ساتھ پڑھایا۔ آپ کی عمر بیس سال کے لگ بھگ ہو گی کہ والد ماجد کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ روحانی توجہات کا سلسلہ ہر حال رہا۔ چنانچہ آپ کی وفات کے دو چار سال بعد جب حسن اتفاق سے سیدی و مولائی وسیلۃ یومی و غدی حضرت نورالمشائخ صاحب مجددی فاروقی کابلی قدس اللہ سرہٗ ڈیرہ اسمٰعیل خاں وارد ہوتے تو مسلسل تین رات تک خواب میں آپ کو اپنے والد ماجد نے ہدایت فرمائی — کہ آپ ان سے بیعت ہو جائیں۔ آپ حضرت کے دامن سے وابستہ ہوئے اور ذکر و فکر و شغل عبادت میں ہمہ تن منہمک ہو گئے۔ شیخ کی صحبت کے لئے بارہا افغانستان کا سفر فرمایا۔ اور مسلسل چار چار پانچ پانچ ماہ تک دولتِ صحبت سے سرفراز ہوتے رہے۔

حضرت نورالمشائخ رح کے وسیع حلقہ میں یہ بات نہایت تعجب انگیز رہی کہ آپ کو بیعت کے دوسرے یا تیسرے ہی سال خلعت خلافت سے نوازا گیا۔ حالانکہ حضرت رح کے ہاں بیس پچیس سال تک محنت مجاہدہ اور ریاضت کے بعد بھی بمشکل کسی کو خلافت عطا ہوتی — اس وقت آپ کی عمر پچیس چھبیس کے لگ بھگ تھی۔ گویا آپ بفضل اللہ وکرمہ شاب نشأ فی عبادۃ اللہ کے مصداق ثابت رہے۔

خمول اور بے نفسی

خمول اور بے نفسی سے علے قدر المراتب نوازے گئے ہیں۔ مگر آپ میں یہ جوہر بفضلہ تعالیٰ نہایت نمایاں تھا۔ مخصوص اوقات میں بھی آپ کو کشف لطائف اور اسرار و رموز صوفیاء کے اظہار سے دلچسپی لیتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ عموماً قلب کی طرف متوجہ اور ذکر و فکر میں منہمک پائے گئے۔ اس سے بھی آپ کی خمول پسندی کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گذشتہ سال نجم المدارس کلاچی کے سالانہ جلسہ پر ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز آپ نے پڑھائی۔ تو بیس سال کے گہرے تعلقات کے باوجود اسی دن مجھے پہلی بار یہ معلوم ہوا کہ جناب موصوف ماشاء اللہ فن تجوید سے بھی اچھے واقف اور نہایت مؤثر انداز سے تلاوت فرمانے والے ہیں۔ میرا اندازہ تھا کہ اقتداء کرنے والے بزرگوں میں مخدومی و استادی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سرگودہوی چونکہ اس فن کے ماہر اور قدردان ہیں۔ ضرور کسی مجلس میں آپ کے قرأت کی تحسین فرمائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سلام پھیرتے ہی آپ نے راقم الحروف سے جو ساتھ ہی بیٹھا تھا دعاء سے پہلے ہی فرمایا۔ نماز کس نے پڑھائی؟ میں نے بتایا تو فرمانے لگے۔ قرآن بہت اچھا پڑھتا ہے۔ اور پھر کئی بار متعدد مجالس میں تحسین فرماتے رہے —— مجھے بڑا افسوس رہا کہ تعلقات کی اتنی طویل مدت میں جب کہ بارہا آپ تشریف لاتے رہے ہم کیوں آپ کے پیچھے اقتدار کرنے سے محروم رہے۔ درحقیقت ہم آپ کی وضع سے کبھی بھی یہ احساس نہ کر سکے تھے کہ آپ اس کمال کے مالک ہیں۔ اور اسی لئے کبھی بھی ان کو امامت کے لئے عرض نہیں کیا تھا۔ اور نہ آپ نے کبھی بھی ہمارے پیچھے سینکڑوں بار اقتدار کرنے اور ہماری غلطیوں کے باوجود —— یہ ظاہر ہونے دیا کہ میں اس فن سے واقف ہوں —— ارادہ تھا کہ آئندہ جب کبھی موقعہ ملے گا امامت کے لئے آپ سے ضرور عرض کیا جائے گا —— موقعہ ملا، عرض بھی کیا گیا۔ مگر خمول پسند طبیعت نے کبھی بھی میری گذارش کو قبولیت کا موقعہ نہیں بخشا۔

اسی طرح سینکڑوں مرید رکھنے کے باوجود آپ نے کبھی بھی اپنے آپ کو ایک پیر طریقت کی حیثیت سے پیش نہیں کیا۔ علماء اور طلباء سے قلبی انس آپ کو اپنے پیر طریقت حضرت نورالمشائخ رح سے ورثہ میں ملا تھا۔ قرآن مجید کی تلاوت ہمیشہ کا معمول تھا۔ اور حافظ ہونے کی وجہ سے غالباً

ہر سال تراویح میں سناتے رہے۔ مگر اتنی پرتاثیر اور باتجوید قرأت کے باوجود ہمیشہ مخصوص رفقاء کے ساتھ غیر مشہور مقام پر ہی سناتے رہے۔ اور کبھی بھی اس نعمت عظمیٰ کو حکام دنیا کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔ علماء حق کا ہمیشہ سے اپنے آپکو خادم سمجھتے رہے اور ایک غیور اور بامروت رفیق کی حیثیت سے دائما ان کی سرپرستی فرماتے رہے۔

نظام اسلام کانفرنس

سابق صوبہ سرحد میں قیوم وزارت کے دوران آپ نظام اسلام کانفرنس ڈیرہ اسمٰعیل خان کی مجلس استقبالیہ کے صدر رہے اور نہایت تندہی سے اس کو کامیاب بنایا۔

نظربندی اور جلاوطنی

تقسیم ملک سے قبل عام علاقہ کے رواج کے برخلاف شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کا مطالبہ لے کر انگریزی راج سے فرار بھی ہوگئے تھے جس کی وجہ سے گرفتار ہوئے۔ چند ماہ تک نظربند رہے اور پھر ایک سال تک اپنے علاقہ سے جلاوطن کر دئیے گئے یہ ۱۹۲۶ء کا واقعہ ہے۔

ایک سبق آموز لطیفہ

نظربندی اور جلاوطنی کا زمانہ گذار کر جب آپ اپنے علاقہ میں واپس تشریف لے گئے اور درازندہ شہر سے تین میل اس طرف اپنی زمین کو خود کاشت کرنے میں مصروف تھے تو اتفاقاً ضلع کلکٹر جو ایک انگریز تھا اس طرف سے کار میں گذر رہا تھا۔ کسی خوشامدی نے اس سے کہا۔ جناب یہ ہے ہمارے علاقہ کا فقیر ایپی۔ مگر فکر نہیں اب غریب ہو گیا ہے زمین خود کاشت کر رہا ہے۔ تو اس انگریز نے فوراً کہا۔ ہمیں خطرہ ایسے ہی لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے ہاتھ سے محنت کر سکتے ہیں۔ کتنا پُرمعنی اور حقیقت بھرا جملہ ہے جو اس حقیقت شناس دشمن کے منہ سے نکلا ہے

تیرے صوفے ہیں افرنگی تیرے قالین ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

آپ کے والد ماجد کی حیات آموز زندگی

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ غلام الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ جوانی میں تحصیل علم کی طرف متوجہ نہ ہو سکے لیکن اپنے ایک صاحبزادہ مولانا غلام رسول صاحب مرحوم کو علوم دینیہ کی تحصیل پر لگا دیا۔ جب موصوف عالم فاضل ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ بچہ میں نے تیرا حق ادا کر دیا۔ اب میرا حق ہے کہ تو مجھے دینی علوم کی تعلیم دے۔ آپ کے بھائی صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب آف پوٹہ کا بیان ہے۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ پھر تعلیم دین کا سلسلہ اس طرح شروع فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد دونوں باپ بیٹا پڑھنے پڑھانے بیٹھتے اور بسا اوقات عشاء کے وضو سے ہی صبح کی نماز ادا فرماتے۔ اور آخر میں یہاں تک استعداد ہو گئی کہ بلاتکلف عربی اور فارسی زبان میں گفتگو فرما سکتے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اکثر رقت طاری رہتی اور رویا کرتے۔ حج بیت اللہ پر تشریف لے گئے تو چھ ماہ وہاں رہے اور علم تجوید حاصل کیا۔ تذکرۃ الصالحین میں مولانا محمد حسن صاحب سندھی مجددی نے آپ کے کچھ حالات لکھے ہیں۔

جد امجد

یہ خاندان بحمداللہ ایک سلسلۃ الذھب ہے۔ حضرت مولانا غلام الغنی صاحب کے والد ماجد آپ کی خورد سالگی ہی میں راہیٔ عالم آخرت ہوئے تو آپ کو اپنے چچا ملا قطار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تربیت میں لے لیا۔ وہی آپ کے باپ سمجھے جانے لگے اور وہی حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم کے دادا مشہور ہوگئے۔ ملا قطار صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس درجہ کے بزرگ تھے اس کا تھوڑا سا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ حضرات قطب زمان خواجہ محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ زئی شریف والے کے پیر بھائی اور حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندھاری قدس اللہ سرہٗ خلیفہ حضرت شاہ احمد سعید صاحب دہلوی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ کہتے تھے دو دفعہ آپ پر بعض مخصوص حالات کی وجہ سے کچھ کیفیت طاری ہوئی۔ ایک بار ترک میں اور ایک بار اپنے علاقہ کے کسی گاؤں میں تو ماحول کے جتنے مرد وزن اپنے اور پرائے تھے۔ سب بے اختیار ذکرالٰہی میں مشغول ہو گئے حتیٰ کہ وہاں موجود حیوانات پر بھی جذب کی کیفیت طاری ہو گئی۔

بہرحال اس قسم کے آباؤ اجداد کی تربیت کے بعد رب کریم نے اپنے مخصوص فضل وکرم سے شیخ بھی حضرت نورالمشائخ نوراللہ مرقدہٗ عطا فرما دیا۔ جس نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور اس طرح موصوف مرحوم کی پوری زندگی الحمدللہ یاد خدا اور خدمت دین میں کٹی والحمدللہ آپ کا یہ آخری سفر بھی حق ہی کی حمایت میں تھا۔ قومی اسمبلی کے انتخاب میں جب علاقہ کے مشہور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کو حصہ لینا پڑا تو آپ نے خالصتاً لوجہ اللہ ضعف و نقاہت کے باوجود علاقہ بھر کا دورہ کیا اور اپنے متعلقین کو نہایت دلسوزی سے انتخاب کی اہمیت سمجھائی۔ اور یہ کہ آپ کے ووٹ کا صحیح حقدار عقلاً و نقلاً حضرت مفتی صاحب ہی ہیں۔

آپ نے اپنے پیچھے ایک عالم فاضل بھائی صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب، دو بچے اور دو بیوگان چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرماویں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماویں۔

ڈیرہ ٹانک اور کلاچی کے علماء نے آپ کی وفات پر بڑا صدمہ محسوس کیا۔ مجامع عام میں دعائیں کی گئیں۔ نجم المدارس کلاچی میں چار ختم قرآن مجید ایصال ثواب کے لئے کئے گئے اور ایک تعزیتی جلسہ ہوا۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب شیخ الحدیث قاسم العلوم و ممبر قومی پارلیمنٹ پاکستان نے مدرسہ ارشادیہ پائی میں آپ کی وفات پر تعزیتی تقریر کی۔ مولانا سید گل بادشاہ صاحب امیر نظام العلماء سرحد نے تعزیتی پیغام بھیجا۔

بچوں کے لئے

اُسوۂ حسین رضؓ کی ایک جھلک

محمد افضل بورسٹل جیل لاہور

ایک دفعہ حضرت امام حسینؓ نے اپنے دوستوں کو دعوت پر بلایا۔ آپ کا غلام کھانا لا رہا تھا اور آپ خود دوستوں کے آگے رکھ رہے تھے۔ اچانک غلام کے ہاتھ سے گرم سالن کا بھرا ہوا ایک پیالہ گر پڑا اور آپ کے کپڑے خراب ہو گئے۔ جناب امام حسینؓ نے تمام دوستوں کے سامنے اس میں اپنی تضحیک محسوس کی۔ اللہ جلال میں آ کر ذرا نظر بھر کر غلام کی طرف دیکھا۔ اللہ والوں کے غلام بھی اللہ والے ہی ہوتے ہیں۔ غلام نے فوراً پڑھا "الکاظمین الغیظ" جس کا مطلب ہے۔ اللہ والے غصہ پی جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام حسینؓ نے غصہ ضبط کر لیا اور فرمایا "میں نے غصہ پی لیا"۔ غلام نے فوراً آیت کا دوسرا ٹکڑا بھی پڑھ دیا۔ "والعافین عن الناس" جس کا مطلب یہ ہے کہ نیک بندے لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا۔ "میں نے تجھے معاف کیا"۔ غلام نے جب حضرتؓ کو اتنا مہربان دیکھا تو آیۂ مبارک کا تیسرا حصہ بھی پڑھ دیا "واللہ یحب المحسنین" یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

حضرت امام حسینؓ نے یہ آیہ مبارکہ سن کر فرمایا "جا! میں نے تجھے آزاد کیا"۔ جب غلام نے آزاد ہونے کی سنی۔ تو عرض کیا۔ "حضور! میں گذارہ کیسے کرونگا اور کہاں سے کھاؤں پیوں گا؟" آپ نے فرمایا کہ "آج سے تم آزاد ہو اور روٹی میرے گھر سے کھا لیا کرو۔ چنانچہ آپ نے اسے آزاد کر دیا اور عمر بھر کے لئے کھانا بھی اپنے ذمے لے لیا۔

اسی طرح حضرت امام حسینؓ کے والد حضرت علیؓ نے غصہ ضبط کیا تھا جب کہ آپ ایک یہودی کے سینے پر بیٹھ کر اسے قتل کرنے والے تھے اور یہودی نے آپ کے منہ پر تھوک دیا تھا۔ اس پر حضرت علیؓ فوراً یہودی کے سینے سے اُتر آئے اور اپنے ذاتی غصہ کو پی گئے۔ اور یہودی فقط آپ کا یہ کارنامہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

اسی طرح آپ کی اولاد میں سے حضرت امام حسینؓ نے غصہ ضبط کر کے اور غلام کو معاف بلکہ اس پر احسان کر کے ایسا اسوہ پیش کیا جو سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔

خدا تعالیٰ ہم سب کو اسوۂ حسینؓ پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

چیچہ وطنی میں

خدام الدین کا تازہ پرچہ ہمارے ایجنٹ جناب مولوی شیر محمد جناح کھدر سٹور معرفت محمد شریف کریانہ سٹور ریلوے روڈ سے خریدیں۔

ساہیوال میں

خدام الدین کا تازہ پرچہ ہمارے ایجنٹ جناب محمد رفیق برتن فروش اکبر بازار سے خریدیں۔

اِستفتاء

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی۔ لاہور

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:۔

۱۔ جس زمین پر گورنمنٹ مالیہ وصول کرتی ہے۔ اس زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ و عشر وغیرہ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں وضاحت فرمائیں۔

۲۔ شرعی ڈاڑھی کی کیا حد ہے؟ کم از کم ڈاڑھی کی لمبائی کتنی ہونی چاہئے؟

۳۔ شیردار جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ قربانی کے بھیڑ، دنبہ کی عمر میں کہاں تک رعایت ہے۔ اور کیسے جانور کے لئے رعایت ہے کیا یہی قانون بکری اور بکرا پر بھی لاگو ہوتا ہے۔

محمد منور ملک۔ شیخوپورہ

جواب

۱۔ جی ہاں عشر فرض ہوگا اگر زمین عشری یعنی عشر کی حقدار ہے۔ مالیانہ میں عشر مجرا نہ ہوگا۔ عشر کا مصرف زکوٰۃ کا سا مصرف ہے۔ مالیانہ اس مصرف پر خرچ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس سے ادا نہ ہوگا۔ ہاں اگر زمین خراجی ہے تو خراج میں مالیانہ محسوب ہوگا۔ خراج کے مصرف اس کے قریب قریب ہیں جہاں مالیانہ لگتا ہے۔ اور جس زمین کا مالک درمیان میں کوئی کافر رہ چکا ہے وہ خراجی ہے بشرطیکہ اس پر اسلامی حکومت کا قبضہ ہوا ہو جیسے قدیم زمینیں ہیں یہ سب مسائل درمختار و شامی سے ماخوذ ہیں۔

۲۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ قصوا الشوارب واعفوا اللحی (مونچھوں کو کاٹو اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ) اس لئے ڈاڑھی کا بڑھانا واجب ہے مگر ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ ڈاڑھی کے کنارے کاٹتے تھے۔ اور اوپر والی حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک مٹھی کے بعد ڈاڑھی کاٹی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک مٹھی کے بعد کاٹنا سنت ہے اور رکھنا بھی جائز۔ درمختار اور فتح القدیر میں ہے کہ ایک مٹھی سے کم کرانے کو کسی نے مباح نہیں قرار دیا۔ اس لئے یہ مسئلہ اجماع کا ہے ایک مٹھی سے کم کرنے والا فاسق ہے اور منڈانے میں دوسرا گناہ سخت مخالفت کا اور تیسرا کافروں کی مشابہت کا ہے۔

۳۔ اونٹ، بیل، بکرا، دنبہ، مینڈھا، (چھترا)، سب کی مادائیں شیردار اور غیر شیردار سب جائز ہیں۔ لعموم الدلیل۔

۴۔ اونٹ پانچ سال، بیل، گائے، بھینس دو سال۔ بکرا، دنبہ وغیرہ ایک سال سے کم کا جائز نہیں ہے۔ زیادہ کا جائز ہے صرف دنبہ چھترا (اون والے) اگر چھ ماہ کا اتنا موٹا ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو، سال والوں میں ملانے سے پہچانا نہ جاتا ہو تو وہ سال سے کم چھ ماہ تک کا بھی جائز ہے اور جو اتنا موٹا نہ ہو وہ جائز نہیں ہے۔ یہ بہت حدیثوں میں وارد ہے اور فقہ کی ہر کتاب میں ہے۔ فقط۔

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا سالانہ جلسہ دستاربندی نہایت ہی تزک و احتشام سے انتہائی بابرکت فضا میں منعقد ہوا۔ کم و بیش پچیس ہزار اشخاص نے اس میں شرکت کی۔ قیام و طعام کا انتظام مدرسہ کی طرف سے تھا۔ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ دارالعلوم کی کارکردگی اور حضرت شیخ الحدیث کی مساعی جمیلہ سے بے حد متاثر ہوئے ہیں۔ شرکائے اجلاس علماء میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی، محدث عصر حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی مدظلہ، حضرت مولانا عزیز گل صاحب (اسیر مالٹا)، مولانا نافع گل صاحب، مولانا محمد علی صاحب جالندھری، مولانا سید گل بادشاہ امیر نظام العلماء سرحد، مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی، مولانا قاری محمد امین راولپنڈی، مولانا عبدالستار راولپنڈی، مولانا غلام غوث ہزاروی ایم پی اے، مولانا مفتی محمود صاحب ممبر قومی اسمبلی، مولانا عبدالباری صاحب، صاحبزادہ مولانا عبید اللہ مہتمم جامعہ اشرفیہ اور صاحبزادہ مولانا عبدالرحمن جامعہ اشرفیہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

چنانچہ مندرجہ ذیل سپاسنامہ اسی اجتماع میں حکیم الامت قاری محمد طیب صاحب کی خدمت میں صاحبزادہ مولانا سمیع الحق صاحب نے پیش کیا:-

سپاسنامہ

بخدمت فخر الاقران والاماثل حضرت العلامہ مولانا الحاج الحافظ قاری محمد طیب صاحب مدظلہم
وجملہ علماء عظام، مشائخ کرام، مہمانان ذوی الاحترام بارک اللہ فی قدومکم المیمون المنیف

ہم سب دربارِ خداوندی میں باعجز و انکسار شکرگزار ہیں۔ کہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی مختصر مگر نمایاں دورِ حیات کا یہ تیسرا موقعہ ہے کہ حضرت والا کے وجود گرامی کو ہم خدام اپنے درمیان بایمن و برکات موجود پا رہے ہیں۔ چند روز قبل جب کہ حضرت والا کی جانب سے تشریف آوری کی اطلاع مل سکی تو تمام متعلقین و متوسلین اور مسلمانانِ ملک خدا تعالیٰ کا شکر بجالائے ؎

صبا پیام رسانید و شادمان گشتیم
طلوع صبح سعادت در انتظار من است

دارالعلوم کا ذرہ ذرہ اور خدام و اراکین اس نعمت غیر مترقبہ پر (تحدیثاً بالنعمۃ) جس قدر نازاں و شاداں ہوں بجا ہے ؎

نشہ در بادہ گہر در صدف و بو در گل
آنچناں لطف ندارد کہ تو در خانۂ ما

مخدومی المحترم! آپ کے کمالات و مراتب اور خصائص و امتیازات چار دانگ عالم میں روشن ہیں۔ جن پر توضیح کی روشنی ڈالنا بذاتِ خود تحصیل حاصل ہے ؎

وما انتم من یعنی بمنصب
ولکن بکم حقاً تحھنی المناصبا

نبیرۂ قاسم العلومؒ! اس مختصر مگر والہانہ خوش آمدید کے بعد اس حقیقت کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ دارالعلوم حقانیہ کو حضرت والا اور تمام اکابرین دیوبند بالخصوص حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی ذات سامیہ سے کس حد تک تعلق ہے دراصل دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس و قیام ہی حضرات اکابر دارالعلوم دیوبند کی روحانی توجہات و کرامت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ جن حالات میں حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتویؒ نے دیوبند کی ایک مسجد میں اس دینی ادارہ کا آغاز کیا جو آج بلاشبہ اپنی عظیم خدمات و فیوضات اور اثرات کے لحاظ سے پورے کرۂ ارض میں اسلامی اقدار و نظریات کا عظیم ترین مرکز دارالعلوم دیوبند کے نام سے مشہور ہے ان ہی حالات میں اپنے بزرگوں کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھ کر ان کی دعاؤں کے سہارے تقسیم ہند کے بعد دارالعلوم دیوبند کے طرز و تتبع پر خدا تعالیٰ کے دینِ متین کی اشاعت و حفاظت کا یہ مضبوط و معیاری قلعہ دارالعلوم حقانیہ بھی معرض وجود میں آیا۔ اپنی حیات مستعار کے اس مختصر ترین وقفہ میں دارالعلوم حقانیہ نے ملک و ملت کی جو خدمات انجام دی ہیں۔ ان کا مختصر سا جائزہ دارالعلوم کی سالانہ کارگزاریوں سے بخوبی ہو سکتا ہے اور مقام شکر و امتنان ہے کہ ملک کے دور دراز حصوں میں بھی کوئی ایسا گوشہ نہ ہو گا جہاں دارالعلوم حقانیہ کا کوئی فیض یافتہ اشاعت و تبلیغ دین میں مصروف نہ ہو۔ الحمدللہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً مبارکاً فیہ — اور انشاءاللہ وہ دن دور نہ ہوگا جب کہ اپنے مرکز علمی دارالعلوم دیوبند کے اصول و مسلک کو سامنے رکھ کر دارالعلوم حقانیہ بھی حسب مقدور ملک کو مذہب کے پیغام سے عملاً باخبر کر کے سب کو ایک اسلامی بھائی چارہ میں اکٹھا کر سکے گا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

علماء کرام و مشائخ عظام! باطل سے ٹکر لینے اور کفر و معصیت کی تاریکیوں کو پاش پاش کرنے کے لئے ہمارے اکابرین دارالعلوم دیوبند جس عزم صمیم، جن مجاہدانہ ولولوں، جس توکل اور اعتماد علی اللہ کی طاقتوں کو لے کر اٹھے آج ہمارے ملک و ملت کے گم گشتہ راہ مسلمانوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے اسی جوش و خروش ولولہ اور للہیت، مردانہ وار ہمت اور عمل و شغف کی ضرورت ہے۔ وقت کا اہم ترین فریضہ ہے کہ حاملانِ علوم نبوت اٹھیں۔ اور اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر اپنے مشن کو کامیاب بنائیں۔ اور اک تازہ جوان عزم سے اٹھ کر ملک کی قیادت کی باگ ڈور سنبھالیں۔ ہو سکتا ہے کہ ملک کے ان چیدہ اور برگزیدہ اصحاب کو جواں ہمتی سے ڈوبتی ناؤ پھر کنارے آ لگے ؎

کیا عجب مری نواہائے سحرگاہی سے
زندہ ہو جائے وہ آتش جو تری خاک میں ہے

مظہر انوار قاسمیہ! زہے نصیب انعام خداوندی سے آپ کی صحبت میسر آئی اور آنجناب کی سرپرستی میں یہ اجتماع عظیم منعقد ہو رہا ہے۔ آپ حضرات اور مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند سے دارالعلوم حقانیہ اور اس کے متعلقین کا یہ انتساب محض بپاس وضعداری نہیں ہے بلکہ اسے ہماری اعتقادیات کے خمیر میں دخل ہے۔ خدا کرے یہ حسن تعلق ہم سب کے حسن خاتمہ و سعادت والدین اور دارالعلوم حقانیہ کے عظیم ترقیات کا باعث بنے۔ آمین!

ہم اصاغر آپ ہی کے زیر سایہ ہیں اور آپ ہی کے خرمن عواطف کے خوشہ چین فتنوں کے اس نازک دور میں جب کہ اکابر ایک ایک کر کے اٹھتے جاتے ہیں دین کی روشنیاں گل ہو رہی ہیں۔ ہم خدام کی سرپرستی و رہنمائی اور مسلمانوں کی رشد و ہدایت کے لئے بلاریب آپ کا وجود مسعود خداوند تعالیٰ کی طرف سے

(باقی ص ۱۸ پر)

بقیہ سپاسنامہ

آیۃ رحمت اور نعمت بے گراں ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ خداوند قدوس قحط الرّجال کے اس اندوہناک دور میں علوم و انوار قاسمیہ کے اس مینار کو تا دیر تابندہ و درخشندہ رکھے۔

حکیم الاسلام اور رہنمایانِ ملک و ملت:۔

آخر میں ہم ایک بار پھر حضرت والا کے ساتھ ساتھ ان تمام مشائخ عظام، اکابرین ملک و ملت، علماء اور اربابِ فکر و نظر، زعماء و شرفاء قوم اور معاونین دارالعلوم کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے اس شدید گرمی کے موسم میں دُور و دراز کی صعوبتیں برداشت کر کے ہواخان نبی کریم صلعم (طلبۂ علوم نبویہ) کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ آپ کی سرپرستی سے ہمارے حوصلے بلند، ولولے تازہ اور جذبات تیز ہوئے اس توجہ و شفقت کی بدولت ہم اپنی رگوں میں جوش و عمل کی نئی حرارت محسوس کر رہے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ مواقع ہمیں جلد جلد اور بار بار دیکھنا نصیب ہوں اور ہم خدا کے دین کی خدمت کے سلسلے میں داخل ہو سکنے کی ابدی سعادت حاصل کر سکیں ؎

لاعضاء حقانیۃ باکورۃ
وورودك عيد وهي منك نضيرۃ
واخيرًا ادام الله قدومكم الميمون
المنيف مرۃ بعد مرۃ وكرۃ بعد كرۃ

بقیہ اک دیا اور بجھا صت سے آگے

کی حسرت پوری نہ ہو سکی۔

نماز جنازہ دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے پڑھائی اور مرحوم کی میت کو قلعہ دیدار سنگھ لایا گیا جہاں دوبارہ نماز جنازہ ہوئی اور توحید و سنت کے دس ہزار پروانوں نے جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کی۔

قاضی صاحب مرحوم قطب دوراں مفسر قرآن حضرت مولانا حسین علی نوراللہ مرقدہٗ اور شیخ الحدیث استاذالاساتذہ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری نوراللہ مرقدہٗ کے شاگردوں میں سے تھے مرحوم چالیس برس تک قلعہ دیدار سنگھ اور اس کے گرد و نواح میں آفتاب ہدایت بن کر چمکتے رہے۔ ہزارہا افراد کو آپ نے شرک و بدعت کے تاریک گڑھوں سے نکال کر نورِ توحید سے منور کیا۔ آپ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سب سے زیادہ تربیت یافتہ تھے۔ آپ کے سینکڑوں مرید کراچی سے لے کر پشاور تک پھیلے ہوئے ہیں۔

ہم دست بدعا ہیں کہ خداوند قدوس مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور آپ کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے

بقیہ صت ۱۹ مسلمان عورتوں کی بہادری

نہیں۔ اب کہاں جاتے ہو؟ بولا: اب میرے دل سے تمہاری محبت جاتی رہی ہے۔ خولہؓ نے کہا۔ مگر میں تمہیں جانے نہ دوں گی۔ چنانچہ وہ اسے گھیرے رہی حتیٰ کہ اُس کے بھائی حضرت ضرار اور خالدؓ وہاں پہنچ گئے۔ پطرس نے کہا۔ اے عربی! اپنی بہن کو سنبھال تو تمہیں مبارک ہو۔ میری طرف سے یہ ہدیہ ہے ضرارؓ نے کہا۔ میں نے یہ قبول کیا۔ مگر اس کا بدلہ میرے پاس نیزے کی نوک کے سوا کچھ نہیں۔ یہ کہہ کر نیزہ اس دل پر مارا۔ خولہؓ نے چوب اس کے گھوڑے کے پاؤں پر ماری۔ گھوڑا گرا اور پطرس کی لاش زمین پر تڑپتی نظر آئی۔ لڑائی میں اُس کے دستے کے تین ہزار آدمی مارے گئے ان میں تیس ہزار کے کشتہ تھے اور کمی خولہؓ اور عفیرہؓ کی چوبوں سے مرے تھے۔ ضرار نے پطرس کا سر نیزے کی نوک پر بلند کر رکھا تھا۔ اسی حالت میں وہ حضرت ابوعبیدہؓ کے بڑے لشکر سے جا ملے اور فتح شام کو اختتام تک پہنچایا۔

(ماخوذ از حمایت اسلام ۲۰ر اکتوبر ۱۹۳۵ء)

عورتوں کا صفحہ

حالتِ اسیری میں مسلمان عورتوں کی بہادری

فتوح شام کے سلسلے میں بیان کیا گیا ہے کہ جب اسلامی لشکر دمشق سے آگے گذر گیا تو حسب معمول عورتیں عقب میں تھیں۔ دمشق کے عیسائیوں نے پطرس کے زیر کمان سولہ ہزار آزمودہ کار جوانوں کے ساتھ رات کے اندھیرے میں تعاقب کیا۔ چھاپہ مار کر چند عورتوں کو پکڑ لیا اور دمشق کی طرف واپس ہوگئے نہر استریاق پر پہنچ کر پطرس نے عورتوں کو اپنے سامنے بلایا اور انہیں دیکھ کر کہا۔ کہ سب سے زیادہ خوبصورت خولہؓ ہے۔ مَیں اُسے داخل حرم کرونگا۔ اسی طرح ہر رومی سردار نے اپنے لئے ایک ایک کو نامزد کر لیا۔ اس کے بعد اُن مستورات کو ایک جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا۔ جب یہ اپنے مقام پر آئیں۔ تو خولہؓ بنت الازور نے انہیں مخاطب کرکے کہا۔ "اے حمیر اور دیگر قبائل کی گرفتار بیٹیو! کیا تم پسند کرتی ہو کہ گبر تمہیں زیر کرلیں اور تم مشرکوں کی لونڈیاں بن کر رہو۔ مجھے بتاؤ کہ تمہاری حُسنِ شجاعت اور حمیّت کا عرب میں چرچا تھا، وہ کیا ہوئی۔ اس بے غیرتی سے تو تمہارا مرجانا اچھا ہے"۔ خولہؓ کے جواب میں عفیرہ بنت غفار الحمیری نے کہا۔ "اے خولہؓ! ہم واقعی شجاع، عقلمند، نبرد آزما اور شاہسوار ہیں۔ مگر نہ یہاں ہمارے پاس سواری ہے، نہ ہتھیار۔ دشمن نے ہمیں ناگہاں گرفتار کر لیا ہے۔ اس بے سرو سامانی کی حالت میں ہم کیا کریں۔ اس وقت تو ہم بھیڑوں کی طرح ہیں"۔ خولہؓ نے کہا۔ اور کچھ نہیں تو خیموں کی چوبیں تو ہیں ہم انہی کو لے کر مقابلہ کریں۔ اگر مر جائیں تو شرم عار سے تو بچ جائیں۔ خدا ہمارا مددگار ہے"۔ عفیرہؓ نے کہا۔ خولہؓ! یہ تجویز بڑی مبارک ہے پس سب عورتوں نے خیموں کی چوبیں لے کر کندھوں پر رکھیں۔ خولہؓ سب سے آگے تھیں۔ پیچھے عفیرہ ام ابان بنت عتبہ اور سلمٰی بنت النعمان ابن المقران وغیرہ۔

خولہؓ نے کہا۔ کہ سب یک جا ہو کر لڑو۔ اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہو چنانچہ وہ سب ایک ساتھ بڑھیں اور رومیوں پر پل پڑیں۔ بسم اللہ خولہؓ نے کی۔ رومی کے سر پر چوب رسید کرکے اُس کا سر توڑ دیا اور وہ مر گیا — دوسری خواتین نے بھی وار کرنے شروع کر دئیے۔ پطرس یہ دیکھ کر چلایا۔ کہ عورتو! یہ کیا کر رہی ہو۔ عفیرہؓ نے جواب دیا۔ یہ کام ہم عرب کو عار سے بچانے کے لئے کر رہی ہیں۔ مار مار کر تمہارے بھیجے بٹھا دیں گی۔ اور تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گی۔ پطرس یہ سن کر ہنسا۔ اور فوجیوں کو حکم دیا کہ انہیں زندہ گرفتار کر لو۔ اور جو کوئی خولہؓ کو گرفتار کرے۔ اس کی نیّت بد ارادے سے باز رہے۔ یہ سُن کر سپاہی عورتوں کی طرف لپکے۔ مگر ان شیرنیوں نے کسی کو پاس نہ آنے دیا۔ جو شخص گھوڑا بڑھا کر قریب پہنچتا وہ اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اُسے نیچے گرا کر اور مار مار کر بھُرکس نکال دیتیں۔ چنانچہ تیس آدمی نذر اجل ہوئے۔ جب پطرس نے یہ حالت مشاہدہ کی تو فوج سے کہا۔ کہ ان کا تلواروں اور خنجروں سے مقابلہ کرو۔ یہ سن کر عورتوں نے ایک دوسری سے کہا۔ آؤ ہم لڑ کر عزت کی موت مریں اور بزدلوں کی طرح کافروں کے پنجے میں گرفتار نہ ہوں۔ پطرس نے دیکھا۔ کہ خولہؓ شیر کی طرح لڑتی اور یہ رجز پڑھ کر اپنی ہمراہی عورتوں کو ابھارتی ہے۔ "ہم حمیر اور تبع کی بیٹیاں ہیں۔ ہم مرنے کو عار نہیں سمجھتیں ہم لڑائی میں آگ کی طرح بھڑک اٹھتی ہیں۔ اور یہ آگ دشمنوں کو جھلس دیتی ہے —" پطرس نے خولہؓ کو پکار کر کہا کہ لڑائی بند کر دو۔ مجھے تمہاری خاطر بڑی منظور ہے۔ تم کو یہ سن کر خوش ہونا چاہئے کہ ایک ایسا شخص تمہیں گھر کی ملکہ بنانا چاہتا ہے جس کی سب نصرانی عورتیں خواہش رکھتی ہیں۔ اور جو بڑے جاہ و حشم کا مالک اور شہنشاہِ روم ہرقل کا مقرب ہے۔ خولہؓ! لڑائی سے ہاتھ اٹھا لو۔ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ خولہؓ نے جواب دیا۔ "اے کافر بدکار! مَیں تو یہ بھی پسند نہیں کرتی کہ تمہیں اپنی بکریوں اور اونٹوں کا چرواہا بناؤں۔ تو ہمارا کفو اور مثل کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ سُن کر پطرس بڑا برافروختہ ہُوا۔ اُس نے لشکریوں سے کہا کہ اس سے زیادہ اہل شام کے لئے اور کون سی شرم کی بات ہو گی کہ عورتیں تم پر غلبہ پا جائیں۔ ہرقل اور مسیح علیہ السلام کے غضب سے ڈرو۔ اور ان سے لڑو۔ یہ سُن کر فوج کفار جنبش میں آ گئی اور عورتوں پر حملہ آور ہوئی۔ مگر ان شیرنیوں نے جی نہ ہارا۔ اور مقابلے پر برابر ڈٹی رہیں۔ اتنے میں حضرت خالدؓ بھی مدد کو آپہنچے۔ پطرس نے دُور سے انہیں دیکھ کر کہا۔ اے عربی عورتو! میرے دل میں تمہاری بڑی قدر ہے اور مَیں مہربانی سے پیش آ کر تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بھاگنے لگا۔ خولہؓ نے کہا۔ یہ شرط وفا

(باقی صد ۱۸ پر)

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۲۳۲۱/۷ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C.۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷؍ ستمبر ۱۹۵۶ء